تذکرہ قطبِ وقت

خواجہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ

(المعروف حضرت ملا طاہر لاہوری)



عنایت عارف

بسم الله الرحمن الرحيم

تذکرہ قطبِ وقت

خواجہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف حضرت ملا طاہر لاہوری)

عنایت عارف

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

297.61 Anayt Arif Naqshhbandi Majaddadi
Tazkarah Qutb-e-Waqt Kh. Hazrat Tahir Bandgi / Anayt Arif Naqshhbandi Majaddadi.- Lahore: Al-Faisal Nashran , 2005.
88p.

1. Sawaneh I. Title card

ISBN 969-503-414-4

اگست 2005ء

محمد فیصل نے

تعریف پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت: -/60 روپے

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

انتساب

1۔ حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ عظمت میں عقیدت ومحبت کے ساتھ۔

2۔ پیر زادہ حکیم محمد مسعود علی شاہ سیّد نقشبندی مجددی بتوسط حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں ارادت کے ساتھ۔



فہرست مضامین

مقام بندگی

پیش لفظ

راقم الحروف کا ایک عرصے سے معمول تھا کہ ہر جمعرات کی رات کو حضرت داتا گنج بخش سیدنا مخدوم علی الہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہِ عظمت میں حاضری دیا کرتا تھا اور نمازِ فجر تک وہاں قیام کرتا تھا۔ 57-1956ء کے زمانے میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں رات کے وقت حضرت داتا گنج بخشؒ کے آستانہء عالیہ سے نکلا تو میرے والد بزرگوار غلام حسین بخش مرحوم باہر میرے انتظار میں کھڑے ہیں اور مجھے ساتھ لے کر دور ایک اندھیرے مقام پر لے گئے جہاں دھندلے میں کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بزرگ کا مزار ہے۔ میں نے غور سے اس مزار کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر صحیح طور پر معلوم نہ کر کے والد محترم نے اس مزار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں حاضری دیا کرو۔ یہ امر اس بات کا واضح اشارہ تھا کہ مزید فیض و برکات یہاں سے نصیب ہوں گی۔

چند روز اسی الجھن میں رہا کہ یہ کونسے بزرگ کا مزار تھا۔ ایک دن اچانک میرے پیر بھائی اور دیرینہ دوست میاں خادم حسین مرحوم مجھے ساتھ لے کر حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گئے۔ وہ اکثر وہاں حاضری دیا کرتے تھے۔ درگاہ کے باہر کے صدر دروازے پر جلی حروف میں ''آستانہء قادری'' یا کچھ ایسا ہی لکھا تھا۔ میں ایک لمحہ کے لئے ٹھٹھکا؟ کیونکہ مجھے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت محمد اللہ خانؒ سجادہ نشین خانقاہ عثانیہ رام پور (بھارت) اور سیہ

طریقہ پر بیعت کر چکے تھے۔اگر چہ باقاعدہ ظاہری بیعت جب بندہ سرہند شریعت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے سالانہ ختم شریف (عرس) میں شرکت کے لیے حاضر ہوا تو اسی وقت حضرت صاحب نے سلسلے کے طریق کے مطابق بیعت سے سرفراز فرمایا تھا۔تاہم راقم الحروف اندر چلا گیا۔مزار مقدس پر نگاہ پڑتے ہی اس دن کا خواب نگاہوں کے سامنے گھوم گیا۔غور سے دیکھا تو یہ وہی مزار مقدس تھا جہاں میرے والد محترم لے گئے تھے۔اس کے بعد میں نے جمعرات کو وہاں بھی حاضری دینا معمول بنالیا جو طویل عرصے تک برقرار رہا۔اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔دوسری نسبت یہ تھی کہ بٹالہ شریف (انڈیا) کے مشہور گدی نشین حضرت سیّد نذر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اسی درگاہ شریف کا صدیوں سے متولی چلا آ رہا ہے کیونکہ ان کے جدامجد براہ راست حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور ان کے ممتاز مریدوں میں سے تھے۔حضرت نذر محی الدین قادری سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔حضرت شیخ طاہر بندگی چاروں سلسلوں میں بیعت فرماتے تھے اور میاں نذر محی الدین کے جدامجد کو انہوں نے قادری سلسلے میں بیعت کیا تھا۔راقم الحروف جب بٹالہ شریف میں پیدا ہوا چونکہ بٹالہ ہمارا ننھیال تھا تو میری والدہ محترمہ نواب بیگم دختر مرزا محمد الدین نے مجھے ان کی جھولی میں ڈال دیا تھا اور انہوں نے ہی میرا نام محمد عنایت اللہ تجویز فرمایا تھا۔اسی طرح ان کے آستانہ عالیہ سے بھی نسبت پیدا ہو چکی تھی۔بندہ دونوں طرف کی نسبت معلوم کر کے حیران ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے کسی طرح اس بارگاہ عالی تک پہنچا دیا جس کے بارے میں پہلے مجھے کچھ علم نہ تھا اگر چہ علاقہ مزنگ میں قیام کے زمانے میں چند بار ان کا اسم گرامی سن چکا تھا۔اس سے زیادہ کچھ علم نہ تھا۔

یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد میرا تذبذب دور ہو گیا اور حضرت شیخ طاہر بندگیؒ سے مجھے بہت عقیدت اور محبت پیدا ہو گئی چنانچہ حضرت داتا گنجؒ کے مزار مبارک پر حاضری دینے سے قبل میں نے پہلے ہر جمعرات کو وہاں حاضری دینا اپنا معمول بنالیا جو طویل عرصے تک جاری رہا۔

جمعرات کے علاوہ بھی جب کبھی میرے دل میں امنگ سی پیدا ہوتی تو میں وہاں حاضری دینے چلا جاتا اور عجیب وغریب سکون میسر آتا۔

علاقہ مزنگ کے عمر رسیدہ بزرگوں میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ کوئی شخص وہاں متواتر باقاعدگی سے حاضری نہیں دے سکتا۔ ہوسکتا ہے کچھ لوگوں نے اپنے تجربات کی بناء پر یہ بات مشہور کر رکھی ہو مگر مجھے اس بات کے پس منظر کا کچھ علم نہیں ہے۔

ایک عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے بندہ کے دل میں مسلسل چالیس روز خاص وقت پر حاضری دینے کی شدید آرزو پیدا کر دی۔ یہ درست ہے کہ یہ خواہش اور آرزو من جانب اللہ تھی میری ذات کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے تین دوستوں غلام نبی مرحوم، عبدالحفیظ بٹ مرحوم جو دونوں مزنگ میں رہتے تھے اور ایک اسلام پورہ کرشن نگر کے دوست شہزاد خاں کو اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا چنانچہ ہم نے عصر کی نماز کے بعد وہاں حاضری دینا شروع کر دی۔ چند روز کے بعد شہزاد خاں ساتھ چھوڑ گئے کچھ عرصہ بعد غلام نبی مرحوم بھی بیمار ہو گئے۔ حاضریوں کے آخری ہفتے سے کچھ پہلے عبدالحفیظ بٹ بھی ساتھ چھوڑ گئے اور میں تنہا رہ گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اور اس کی کرم نوازی سے چالیس دن تک کی حاضریاں مکمل کر لیں۔

جب چالیس روز پورے ہو گئے تو وہ سخت سردیوں کا موسم تھا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ دودھ کا پیالہ لیے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ دودھ پی لو لیکن میں نے انکار کر دیا۔ وہ مصر رہے کہ نہیں یہ دودھ تمہیں پینا ہوگا۔ جب میں ان کے حکم کی تعمیل پر آمادہ نہ ہوا تو انہوں نے زبردستی وہ پیالہ میرے منہ سے لگا دیا۔ میں نے بمشکل ایک گھونٹ دودھ پیا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ سخت سردی کے باوجود میرا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں پسینے میں نہایا ہوا ہوں۔ اس کے بعد نیند غائب ہو گئی اور فجر کی اذانوں کے نور سے باہر کی فضائیں معمور ہو گئیں۔

مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس خواب کی تعبیر کیا تھی۔ میں نے اپنے حضرت

صاحبؒ کو رام پور میں اس خواب کی تفصیل لکھی مگر انہوں نے کسی مصلحت کی بناء پر خاموشی اختیار کی بہر حال اس کے بعد بھی حاضری دینے کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔

یہ ایک افسوس ناک المیہ ہے کہ اپنے وقت کے ایک جلیل القدر ولی اللہ کے حالات مختلف اولیائے کرام کے حالات زندگی کی چند ایک کتب میں حتمی طور پر حضرت شیخ طاہر بندگی علیہ الرحمتہ کے مختصر حالات میں درج ہیں اور اسے اتنی اہمیت نہیں دی گئی کہ اپنے وقت کے بہت بڑے قطب لاہور کی مکمل سوانح عمری تحقیق و جستجو کے بعد تصنیف کی جاتی۔ غالباً اس کی ایک وجہ ماخذ کی عدم دستیابی اور حضرت شیخ طاہرؒ بندگی کی ایک خاص نوعیت کی گوشہ نشینی، کم آمیزی اور شہرت و ناموری سے کوسوں دور رہنے کی کوشش بھی ہوسکتی ہے۔ صدیوں پر محیط گذرے ہوئے ادوار کے دبیز پردے ان کے حالات زندگی اور دینی کوششوں اور خدمات پر پڑتے رہے حالانکہ وہ جملہ علوم دینیہ اور مروجہ علوم کے جید عالم اور تصوّف و طریقت کے بے کنار سمندر کے گوہر بے مایہ تھے اور ان کے پایہ کا کوئی عالم اس دور میں لاہور میں موجود نہ تھا۔ ان کی بے نیازی کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی خاص تصنیف کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ یا تو انہوں نے کوئی قابل ذکر کتاب تصنیف ہی نہیں کی۔ اگر کچھ تصانیف ہوں گی تو وہ وقت کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں جس کی وجہ سے ان کے بلند مقام و مرتبہ کا علمی اور طریقت کے حلقوں میں صحیح اور مکمل اندازہ نہ ہو سکا ورنہ تبلیغی اور تصوّف اسلامی کے فروغ کے سلسلے میں ان کی خدمات کسی دوسرے سے کم نہیں ہیں کیونکہ ان کی پوری زندگی طالب حق لوگوں کی تعلیم و تربیت اور دنیائے قلوب کو زندہ کرنے میں بسر ہوئی اور ان کے مکتب فکر و عمل نے اپنے دور کے بے نظیر لوگوں کو تکمیل کے مراحل طے کرائے جنہوں نے دنیا کے مختلف حصوں میں رہ کر ہدایت کی شمعیں روشن کیں۔

آپ نے پنجاب خصوصاً لاہور میں سلسلہء نقشبندیہ مجددیہ اور سلسلہء قادریہ کی نشر و اشاعت میں بے مثال کام کیا کیونکہ آپ چاروں سلاسل میں طالبان حق کو بیعت کرتے تھے اور ان کی تربیت فرماتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے اسمِ مبارک کے حوالے سے کوئی

سلسلہ قائم نہیں کیا بلکہ نقشبندیہ مجددیہ اور قادری سلسلوں کی ترویج کے لیے کام کرتے رہے۔ آپ کے بعض سر برآوردہ مریدوں کی کوشش سے ان کے سلاسل کو دوام حاصل ہوا مثلاً بٹالہ شریف (انڈیا) کے قادری سلسلے کے بزرگوں کا سلسلہ آج تک قائم ہے اور اسی طرح نقشبندی مجددی طریق سلوک کے سلسلے بھی کئی شاخوں کی صورت میں قائم چلے آ رہے ہیں۔ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ بذات خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی کے سلسلہء عالیہ کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے اور سلوک و طریقت کے تمام معاملات میں طالبان حق کے سلسلے میں ان ہی سے ہدایات لے کر ان پر عمل پیرا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجددؒ کی بے پناہ محبت اور طریقت کے کئی اسرار و معارف معلوم کرنے کے لیے بار بار سرہند شریف میں ان کی بارگاہ عالی میں اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے اور ان کی ہدایات کے مطابق طالبان حق کی تربیت فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ حضرت مجددؒ کی حیات دنیوی تک برقرار رہا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بھی ان سے بڑی محبت سے ملتے تھے اور ان کا بڑا احترام فرماتے تھے۔ یہ وہی محبت ہے جس کی شمع فروزاں آج تک حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے مزار اقدس کی صورت میں نور افشاں ہے یہی وجہ ہے کہ جو کوئی بھی خلوص نیت اور انس و محبت کے ساتھ ان کے مزار اقدس پر حاضری دیتا ہے وہ روحانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے وسیلہء مبارک سے وہ حضرت مجددؒ سرہندی کی بارگاہ عظمت میں حاضر ہے کیونکہ انوار و برکات جو ظاہر ہوتی ہیں ان کا سلسلہ سرہند شریف تک جاتا ہوا نظر آتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بہر حال یہ ثابت ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ لاہور کے ان اقطاب میں سے ہیں جو قطب ارشاد ہونے کے ناطے اسلام اور دین و شریعت کو فروغ دینے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے ان کا ہمیشہ خصوصی تعلق رہا ہے، اب تک ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والے ان ہی فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے ہیں جو حضرت مجددؒ سے مخصوص ہیں۔

راقم الحروف نے اپنی کم علمی، بے بضاعتی اوران گنت بشری کمزوریوں کے باوجود محض محبت وارادت سے خلوص نیت سے حضرت شیخ طاہر بندگی ؒ کی سوانح حیات لکھنے کی جسارت کی ہے اور جو کچھ بھی پرانی کتب سے میسر ہوسکا ہے ان کی مدد سے اس کتاب کو مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں جو کچھ بھی غلطیاں اور لغزشیں دانستہ یا نادانستہ،شعوری یا غیر شعوری طور پر سرزد ہوئی ہیں بندہ ان کے لیے بارگاہ الٰہی سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہے۔قارئین کرام بھی اگر کوئی غلطی پائیں تو ناشر کتاب یا راقم الحروف کو بلا تکلف مطلع فرما کر اجر عظیم کے امیدوار بنیں۔

اس کتاب کی تصنیف دل کے اندر اچانک ابھرنے والی ایک آرزو اور خواہش کی رہینِ منت ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا نتیجہ ہے۔ظاہری طور پر اس کتاب کی تصنیف کی تحریک جناب پیرزادہ حکیم محمد مسعود علی شاہ دہلوی ثم لاہور (نیشنل ٹاؤن سانده روڈ) کی فرمائش ہے جو باقاعدگی سے حضرت طاہر بندگی ؒ کے مزار اقدس پر حاضری دیتے رہتے ہیں۔

اس کتاب کی تصنیف کے سلسلے میں جن حضرات نے کسی بھی صورت میں تعاون فرمایا ہے خصوصاً محمد سلیم بھٹی صاحب، مدینہ سٹیشنری نیشنل ٹاؤن کے مالک محمد ناصر عارف صاحب، پرویز اقبال بٹ صاحب اور سیّد زبیر علی صاحب خصوصی طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اجر عطا فرمائے میں سیّد زبیر علی اور محترمہ زنیرہ زبیر کا بھی ممنونِ احسان ہوں۔

محمد عنایت اللہ عارف

12۔ربیع الاول 1419ھ	معرفت سید زبیر علی ومحترمہ ثمینہ زبیر صاحب
بمطابق 7۔جولائی 1998ء	8 ستار پارک محلہ جوائے شاہ راجگوھ لاہور

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

عطارؔ ہو رومیؔ ہو رازیؔ ہو غزالیؔ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!

نومید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(علامہ اقبالؒ)

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ — فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ
علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد — فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم — علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ
فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر — فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ
علم کا موجود اور، فقر کا موجود اور — اَشہَدُ اَن لَااِلٰـہ، اشَہَدُ اَن لَا اِلٰـہ
دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو — تری نگہ توڑ دے آئینۂ مہر و ماہ

منقبت حضرت خواجہ شیخ محمد طاہر بندگیؒ

(عنایت عارف)

مخزنِ صدق و صفا شیخ محمد طاہر بندگیؒ	مظہرِ نور خدا شیخ محمد طاہر بندگیؒ
شان و فخرِ اصفیاء شیخ محمد طاہر بندگیؒ	مقبول و محبوبِ مصطفٰیؐ شیخ محمد طاہر بندگیؒ
معرفت کے یدِ بیضا شیخ محمد طاہر بندگیؒ	یکتائے طریقتِ عظمٰی شیخ محمد طاہر بندگیؒ
''یداللہ'' کی تفسیرِ اعلیٰ شیخ محمد طاہر بندگیؒ	فیوض و برکات کا دریا شیخ محمد طاہر بندگیؒ
شہِ لطف و کرم فخرِ اغنیا شیخ محمد طاہر بندگیؒ	سرور و سرتاجِ اتقیاء شیخ محمد طاہر بندگیؒ
تاجدارِ بندگی مقبولِ انبیاء شیخ محمد طاہر بندگیؒ	بیماروں کے لیے مسیحا شیخ محمد طاہر بندگیؒ
عقل و فکر سے ماوریٰ شیخ محمد طاہر بندگیؒ	آئینِ احمد کے پیکرِ وفا شیخ محمد طاہر بندگیؒ
کرامت کے یدِ طولیٰ شیخ محمد طاہر بندگیؒ	بندگی میں مقبولِ بارگاہ شیخ محمد طاہر بندگیؒ
عاشق و محبوبِ آلِ عبا شیخ محمد طاہر بندگیؒ	الفتِ حسنین میں یکتا شیخ محمد طاہر بندگیؒ

اسمِ غوث الاعظم کی نوا شیخ محمد طاہر بندگیؒ
حضرت مجدّد کے محبوبِ یکتا شیخ محمد طاہر بندگیؒ
قبول ہو عارفؔ کی ثناء یا شیخ محمد طاہر بندگیؒ
ارادت کا یہ ہدیا یا شیخ محمد طاہر بندگیؒ

سلام

(عنایت عارف)

السلام اے راز دارِ اسرارِ مصطفےٰ　　السلام اے محفل نشین بزم دارِ مصطفےٰ
السلام اے سرورِ صوفیاء و اتقیا　　السلام اے راز دارِ سرِّ فنا و بقا
السلام اے حاملِ نورِ خدا و مصطفےٰ　　السلام اے شمسِ تاباں زنورِ مصطفےٰ
السلام اے سرِ مفترِ اہلِ علوم　　السلام اے مایہ و گنج ہائے اہلِ صفا
السلام اے سّرِ بندگی طاہر و پاکباز　　السلام اے دنیا وجہاں سے بے نیاز
السلام اے رموزِ عرفاں کے تاجدار　　السلام اے محبوب و مقبولِ کردگار
السلام اے جانِ عالم طاہؔر السلام　　السلام اے شمعِ ایمانِ عالم السلام
السلام اے ہر کوئی تجھ پر فدا　　السلام اے نازشِ زہد و اِتقاء
السلام اے عالی نشیں خوش مقال　　السلام اے صاحبِ فضل و کرم لایزال
السلام اے ہر مرض راہ خاکِ تو شفا　　السلام اے رونقِ بزمِ نور الہدیٰ
السلام[1] جس پر سب کو فخر ہے　　السلام[2] جو کشورِ معنی کا امیر ہے

تیرے در پر پڑا ہے عارؔف پیکرِ عجز و نیاز
السلام کہ تیرا ذکر ہے میرے لیے ندائے حجاز

التجائے عارف

السلام اے طاہر بندگی بے کسوں کے دستگیر
السلام اے طاہر بندگی نامرادوں کی جاگیر

السلام بندہ نوازی جس کی مشہور ہے
السلام دلداری خستہ خاکوں کی ترا دستور ہے

السلام اے شہ و سلطان کشورِ دلبری
السلام اے طاہر بندگی رحمت خشک و تری

عارفؔ اک نگہ لطف کا ہے طلب گار
سر تاپا کاسۂ گدائی یہ دل فگار

در پہ تیرے کھڑا ہے شاہِ بندگی
تیرا گدا عارفؔ مہجور اور بے نوا

صدقہ علی المرتضٰی مشکل کشا
عارفؔ تیری نگہِ کرم کا ہے امیدوار

صدقہ امام حسنؓ بن علی کرم کن
صدقہ حسینؓ ابن علی برمن کرم کن

اسمِ تو عارف دار و حرزِ جاں
جانِ من ، جانانِ من، روح و ایماں

اے طاہر بندگی اے چارہء بے چارگاں
کب تلک یہ رہے گا نامراد ونیم جاں

ہوں ترے در کا گدا اے شاہِ بندگی
حالت مُوبمُو ہے ساری تجھ پر عیاں

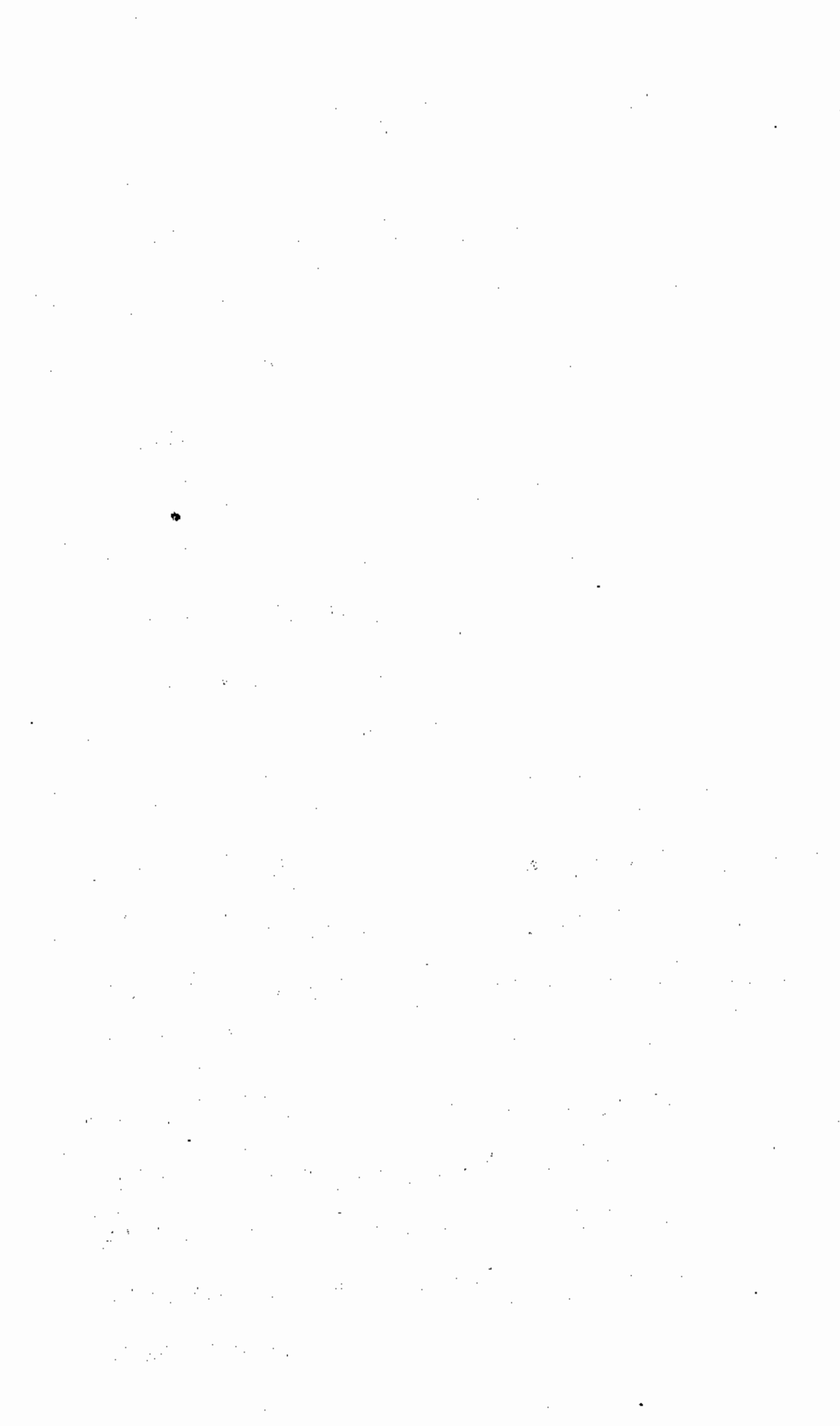
یا حضرت طاہر بندگی نگہِ التفات
دل کے لیے ابرِ رحمت تیری ذات

شرم عارفؔ خستہ حال تیرے ہاتھ ہے
غم دنیا اور عصیاں سے مل جائے نجات

صدقہ حضرت داتا گنج بخشؒ دولتِ عرفاں ہو عطا
صدقہ حضرت غوث الاعظم ملے دین و دنیا کی جزا

صَدقہ شیخ احمد سرہندی سرور علم و عرفان
شاہِ طریقت سرچشمہ ایقان و ایمان

جناب شاہین قادر گیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیخ محمد طاہر بندگی گذشتہ چالیس برس طویل عرصے کے بعد آستانہ عالیہ حضرت خواجہ شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ میں حاضری دینے والے زائرین یہ بات شدّت سے محسوس کرتے ہیں کہ جناب شاہین گیلانی قادری موجودہ سجادہ نشین کی قیادت میں آستانۂ عالیہ کی تعمیر و ترقی اور مزار اقدس کی اور اندرونی تزئین و آرائش کے مختلف منصوبوں کو جس لگن ،خلوص اور انہماک و محبت کے ساتھ تیزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جارہا ہے شاید پہلے ادوار میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی ۔ جہاں تک مزار مقدس کی اندرونی تزئین و آرائش کا تعلق ہے اس میں سب سے بڑی خوبی اور ضرورت یہ محسوس ہوتی ہے کہ بے مثال سادگی اور شریعت کی پاسداری کو مکمل طور پر ملحوظ رکھا جارہا ہے۔ اس سادگی میں جو درویشانہ حسن و جمال پوشیدہ ہے اسے اصحابِ نظر پہلی نگاہ میں محسوس کر لیتے ہیں۔حق بات یہ ہے کہ جناب شاہین قادر گیلانیؒ کا یہ باطنی حسن و جمال ہے جو انتہائی سادگی کے پردے میں چاروں طرف بکھرا ہوا نظر آتا ہے کیونکہ وہ خود صاحبِ ذوق، صاحبِ علم اور جدید دور کے تقاضوں سے بخوبی واقف ہیں انہوں نے آستانۂ عالیہ کو حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کے عظیم المرتبت مقام کے شایان شان بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ۔ جہاں نظم وضبط کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے وہاں قدیم روایات یعنی ہفتہ وار اور ماہوار ختم شریف اور سالانہ عرس شریف کا بھی مکمل اہتمام جاری ہے۔
جناب شاہین قادر گیلانی کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی تمام سعادتیں عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنے والد مرحوم و مغفور کے مشن کو کامیابی سے بہت آگے بڑھایا ہے۔ایسی بارگاہ عالی کے سجادہ نشین کی سب سے بڑی خوبی اس کا حسنِ سیرت ہوتا ہے۔وہ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ بن کر رہے تاکہ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کی کریمانہ سیرت کا پرتوئے جمیل دکھائی دے اور جو خدام زائرین کو حاضری کے آداب سمجھانے کے لیے کام کرتے ہیں۔وہ بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو یہ کام محبت اور شفقت کا انداز اختیار کرنے سے ہوسکتا ہے۔شکر ہے کہ یہ جذبہ تمام خدام میں موجود ہے۔



سوانح حیات

پیدائش

''مآثر''لاہور کے مصنف کے مطابق حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش اندرون شہر لاہور کے ایک محلّہ شیخ اسحاق میں شہنشاہ اکبر کے عہد میں 984ھ بمطابق 1576ء میں ہوئی۔ آج کل اس محلے کو موتی بازار کہتے ہیں۔ والدین نے محمد طاہر نام رکھا۔ اس وقت کسے معلوم تھا کہ لاہور شہر کو ایک عظیم المرتبت قطب ارشاد کی پیدائش مبارک کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ قطب الاقطاب حضرت داتا گنج بخش سیّدنا علی بن عثمان الجلابی ہجویری کے شہر مبارک میں جو''داتا کی نگری'' کے نام سے پورے برصغیر پاک و ہند میں مشہور تھا ایک ایسے مرد کامل و اکمل کا میلادِ مسعود اس امر کی خوش خبری تھی کہ مستقبل میں قطب ارشاد کا بلند ترین درجہ حاصل کرنے والی عظیم شخصیت اسی معصوم، پاکیزہ اور خوبصورت بچے کے روپ میں پنہاں ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ شہر لاہور تاریخ کے ہر دور اور ہر عہد میں قطبِ وقت کے وجودِ مبارک سے کبھی خالی نہیں رہا اور ان کے انوار اور فیوض و برکات کا ابرِ کرم ہمیشہ اس خوش نصیب شہر پر سایہ فگن رہا ہے۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش بھی اسی لامتناہی سلسلے کی ایک اہم کڑی تھی۔ اس حقیقت کو اس دور کے اصحاب نظر اور اللہ کے مقرّب دوستوں نے یقیناً محسوس کرلیا ہوگا کہ اندرونِ لاہور کے ایک غیر اہم محلے میں پیدا ہونے والا یہ مُبارک اور سعید بچہ ایک روز داتا کی نگری لاہور کی عظمت و رفعت کا نشانِ عالی بنے گا اور اس کے فیوض و برکات سے لاہور میں رہنے والے ہزاروں مسلمان باشندے روحانی اور علمی طور پر سیراب ہوکر دین اسلام اور شریعت و سنت کے نور سے لاہور کے در و بام کو منوّر و تاباں کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو بچے کا نام مبارک ''طاہر'' رکھنے کی توفیق عطا فرمائی کیونکہ لفظ طاہر اس رازِ مخفی کا امین تھا جسے مشیّتِ الٰہی ابھی پردۂ راز میں رکھے ہُوئے تھی۔

بچپن اور ابتدائی زندگی

آپ کے والدین انتہائی نیک سیرت اور پابندِ شریعت تھے۔ گھر کا پورا ماحول گہرے اسلامی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اسی انتہائی سادہ اور اسلامی ماحول میں ہوئی۔ آپ کے والدین نیک سیرت ہونے کے علاوہ نہایت ہی سادہ دل تھے اور ان کا گھر اخلاقِ حسنہ کی بے شمار خوبیوں سے آراستہ تھا۔

جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو آپ کے والد گرامی نے محلے کی ایک قریبی مسجد میں قرآن کریم پڑھنے کے لیے مسجد کے امام صاحب کے سپرد کر دیا۔ آپ نے بہت مختصر عرصے میں پورا قرآن مجید انتہائی ذوق وشوق سے ختم کرلیا۔ آپ ہمہ وقت اپنی تعلیم کی طرف متوجہ رہتے تھے اور محلے کے عام بچوں کی طرح بے ہودہ اور بے مقصد کھیل کود میں کوئی دلچسپی نہ لیتے تھے بلکہ ان کھیل وغیرہ سے ہمیشہ کنارہ کش رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے مسجد کی تعلیم سے بہت جلد فراغت حاصل کر لی۔ اس کے بعد علوم دینی اور مروجہ علوم کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور امتیاز کے ساتھ تمام علوم میں کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔

اساتذۂ علوم دینیہ

اگرچہ تحقیق و جستجو کے باوجود آپ کے ان اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی معلوم نہیں ہوسکے جن سے آپ نے جملہ دینی علوم کی تعلیم حاصل کی مگر آپ کی بے پناہ علمی قابلیت، دینی علوم پر گہرا عبور اور حیرت انگیز اہلیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے وقت کے جید علمائے دین سے دینی علوم حاصل کیے یقیناً یہ علمائے کرام اس وقت اور دور کے مشہور و ممتاز علمائے کرام تھے ایسے قابل اور ہونہار شاگرد کی بصیرت علمی اور دین میں گہری نگاہ ہی اس کا ثبوت ہے۔ پنجاب کے مختلف نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ قرآن مجید تفسیر اور حدیث کے بلند پایہ عالم بن گئے اور پورے شہر میں مشہور ہو گئے۔ آپ نے زندگی کا بیشتر ابتدائی حصہ لاہور میں بسر کیا اور حصول تعلیم کے بعد وقت کے مشہور اولیاء کرام جو اس وقت لاہور میں موجود تھے ان کی

خدمت میں اکتساب فیض کے لیے حاضر ہوتے رہے مگر مشیتِ الٰہی نے آپ کا روحانی حصہ اور ورثہ کسی اور جگہ رکھا ہوا تھا۔

تلاشِ حق

چنانچہ کسی مرشدِ کامل واکمل کی تلاش میں نکلے اور کئی شہروں میں گھومتے رہے تاکہ کوئی کامل پیر میسر آ جائے مگر کسی جگہ انہیں اطمینان حاصل نہ ہوا۔ تلاشِ حق ان کی فطرت عالیہ میں شروع سے ودیعت ہو چکی تھی اس لیے انہوں نے کسب معاش کے وسیلے تلاش کرنے کی جگہ تلاشِ حق کا سفر اختیار کیا اور شہر بہ شہر پھرتے رہے۔

بیعت

اسی اثنا میں آپ ایک روز طویل مسافت طے کر کے حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے انہیں اطمینانِ قلب حاصل ہوا تو ان سے بیعت کی درخواست کی چنانچہ انہوں نے قادریہ سلسلہ میں آپ کو بیعت فرمالیا۔

طاہر بندگی کا خطاب

تذکروں کے مطابق یہ حضرت شاہ سکندر کمال کیتھلیؒ تھے جنہوں نے آپ کو ''طاہر بندگیؒ'' کے لقب سے پکار کر اس نام کو ہمیشہ کے لیے امر کر دیا کہ آج تک عوام وخواص آپ کو حضرت طاہر بندگیؒ کے نام مبارک سے یاد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ نے آپ کے ذوق وشوقِ عبادت، پابندیٔ شریعت اور ریاضتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان کو ''بندگی'' کی صفاتِ عالیہ سے متصف پا کر یہ خطاب عطا فرمایا ہوگا جو اب تک زبان زدِ خلائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں اور اولیاء کرام کی زبان مبارک سے ایک دفعہ جو لفظ ادا ہو جاتا ہے اسے یقیناً دوام عطا ہو جاتا ہے۔ اس کی زندہ مثال حضرت طاہر بندگیؒ کا لقب بندگی ہے۔ اب یہ آپ کے اسم مبارک کا ایک حصہ بن چکا ہے اور اسی سے آپ کی پہچان ہوتی ہے۔ اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ آپ واقعی ''طاہر بندگی'' تھے۔

حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی خدمت میں حاضری

تکمیلِ سلوک قادریہ کے کچھ عرصہ بعد آپ حضرت شیخ عبدالاحد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے اور سلسلۂ چشتیہ سے روحانی نسبت رکھتے تھے۔ آپ نے ان کی خدمتِ اقدس میں رہ کر سلسلۂ چشتیہ کے سلوک کی تکمیل فرمائی اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے اس کے بعد جب حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و ارشاد کی محفل سرہند شریف میں آراستہ فرمائی تو برصغیر پاک و ہند کے بہت سے طالبانِ حق آپ کے آستانۂ عالیہ میں تعلیم و تربیتِ سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے لیے جمع ہو چکے تھے اور آپ کی شہرت پورے برصغیر اور بیرون ملک تیزی سے پھیل رہی تھی تو حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے اور ان کی محفل ارشاد میں پابندی سے حاضری دیتے رہے۔

شجرۂ طریقت نقشبندیہ مجدّدیہ

حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد بہاء الدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

اتالیق مقرر ہوئے

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے علم و فضل اور تصوف و طریقت کے مختلف سلاسل کی تعلیم و تربیت کی تکمیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی اور حضرت شیخ احمد سعیدؒ کا اتالیق مقرر کر دیا جو ابھی چھوٹے تھے۔ آپ نے انہیں بڑی محنت، خلوص و محبت اور دلجمعی کے ساتھ تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کر دیا اور بہت سے مضامین انہیں اس طرح پڑھائے کہ دونوں شاگرد آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ کیوں نہ ہوتا آخر دونوں آپ کے عظیم المرتبت پیر و مرشد کے لاڈلے اور پیارے صاحب زادے تھے۔ پھر خود بھی حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیتے رہتے تھے۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے جتنا عرصہ بھی انہیں تعلیم دی انہوں نے استاد ہونے کا حق ادا کر دیا اور صاحبزادوں نے بھی اپنی خاندانی ذہانت و فطانت اور حصولِ علم میں ذوق و شوق کا پورا پورا ثبوت دیا۔ ظاہر ہے جہاں حضرت مجددؒ الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت محبوب ربانی کے صاحب زادے شاگرد بن کر زانوئے تلمذّ طے کریں اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ جنہیں حضرت مجدّدؒ "ملّا طاہر لاہوری" کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے جیسے صاحب علم و فضل استاد اور اتالیق ہوں وہاں تعلیم و تعلم کے اعلیٰ ترین معیار، دلچسپی اور مخلصانہ علمی سرپرستی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی اثناء میں قضا و قدر اور عشق مجازی کا ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آ گیا جسے تقریباً اکثر نقشبندی مجدّدی تذکروں میں معمولی فروعی فرق سے تواتر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

واقعہ عشق مجازی

اس واقعہ کو نقوش کے تاریخ لاہور نمبر میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ "ایک روز حضرت

مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے تمام حاضرین محفل (کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ ہماری مجلس کے حاضرین میں سے ایک شخص مرد مسلمان کی پیشانی پر کافر ہونا لکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت کے تمام مرید خوفزدہ ہو گئے۔ ہر کوئی اس اندیشہ غم میں حیران و پریشان تھا حتیٰ کہ سب نے حضرت مجدّد کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضرت وہ کون شخص ہے جو ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کرے گا۔ اس شخص کا نام بتا دیں کیونکہ ہم سب متفکر اور پریشان ہیں، تب حضرت مجددؒ نے حضرت شیخ طاہرؒ کا نام لے دیا۔ اس پر سب حیران ہوئے کیونکہ وہ حضرت مجدّد کے صاحبزادوں کے استاد تھے اس لیے کسی کو بھی یقین نہ آتا تھا کہ ایسا ہو کے رہے گا۔

حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد شیخ طاہر بندگیؒ ایک کھترانی ماہ پیشانی پر عاشق و شیدا ہو گئے اور عشق یہاں تک پہنچا کہ حضرت نے زنارّ پہنا اور قشقہ کھینچ کر بت خانے میں جا بیٹھے اور کہتے تھے۔

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست ، ہر رگِ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

وہ کھترانی بت خانے میں ماتھا ٹیکنے کو جایا کرتی تھی۔ جب حضرت کو دیدار کا کوئی وسیلہ بہم نہ پہنچا تو اپنی صورت بدل کر اور ہندو بن کر بت خانے میں مقیم ہو گئے۔ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی کا بہت چرچا ہوا لیکن ہر کوئی حیران تھا کہ شیخ طاہر بندگیؒ راہ راست سے کیسے بھٹک گئے؟ جب یہ خبر حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزدوں کو جو ان کے شاگرد تھے پہنچی تو انہوں نے بہت غم کھایا کہ ہمارا استاد کافر ہو گیا۔ آخر کار بصد عجز و نیاز والدِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد چاہی اور التجا کی کہ ہمارا استاد برباد ہو گیا ہے۔ اللہ کے لیے ان کے حال پر توجہ فرمایئے ہمارے اوپر ان کا استادی کا حق ہے چنانچہ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حق میں دعا فرمائی جو مستجاب ہوئی۔ شیخ طاہر بندگیؒ ہوش میں آئے اور حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور مرید ہو کر یدِ طولیٰ پایا یہاں تک کہ ولی کامل و مکمل ہوئے اور ان کو پیش گاہ حضرت مجدّد سے لاہوری کی قطبیت عطا ہوئی۔''

''تحقیقات چشتی'' میں نور احمد چشتی نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے

(صفحہ 248)

"کتاب تذکرہ المجددیہ" سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگی حضرت مجدّد کے مرید تھے، حضرت شیخ محمد معصومؒ اور حضرت شیخ احمد سعید کی تعلیم و تربیت پر مامور تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تمام مریدوں سے فرمایا کہا آج ہم کو الہام غیب سے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص مرد مسلمان ہمارے حاضرین مجلس سے کافر ہو جائے گا یہ سن کر تمام مرید دم بخود ہو گئے۔ ہر ایک کو یہ غم ہوا کہ شاید وہ شخص میں نہ ہوں اور ہر ایک اسی اندیشہ وغم میں حیران و پریشان تھا حتیٰ کہ سب نے آپ کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کی یا مولانا الاملینا وہ شخص کون مردود الحق ہوگا کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرے گا۔ اس شخص کا نام ظاہر فرمایئے تو حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ نے نام حضرت شیخ طاہرؒ کا لے دیا حتیٰ کہ بعد عرصۂ قلیلہ کہ یہ حضرت بمقام سرہند ایک کھترانی ماہ پیشانی پر عاشق وشیدا ہو گئے اور عشق یہاں تک پہنچا کہ حضرت نے زنار پہنا۔ قشقہ کھینچ بت خانے میں جا بیٹھے باعث اس کا یہ تھا کہ وہ کھترانی ماہ پیشانی بت خانہ میں ماتھا ٹیکنے کو جایا کرتی تھی۔ جب حضرت کو کوئی وسیلہ دیدار دلدار کا بہم نہ پہنچا تو صورت اپنی بدل ہندو ہو کر بت خانے میں مقیم ہوئے۔ جب خبر صاحبزادگان مجدّد صاحب کو جوان کے شاگرد تھے پہنچی تو انہوں نے بہت غم اٹھایا اور کہتے تھے کہ افسوس استاد کافر ہو گیا۔ آخر کار بصد عجز و نیاز بخدمت والد اپنے کے حاضر ہو کر استمداد چاہی اور عرض کی کہ ہمارا استاد برباد ہو گیا ہے برائے خدا امداد فرمایئے اور بے چارہ سرگشتہ کو بجائے خود لایئے کیونکہ ان کا حق استادی ہماری گردن پر ہے۔ چنانچہ حضرت مجدّد نے دعا فرمائی اور دعا مستجاب ہوئی اور شیخ طاہر بندگیؒ اپنے ہوش میں آئے اور حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور مرید ہو کر فقر میں یدِ طولیٰ پایا یہاں تک کہ کامل و مکمل ہوئے اور قطبیت لاہور کی پیش گاہ مجدّد رحمتہ اللہ علیہ سے عطا ہوئی۔"

یہ واقعہ اکثر و بیشتر تذکروں میں اسی طرح مذکور ہے اور تحقیقات چشتی کے مطابق

مصنف نے کتاب ''تذکرہ المجددیہ'' سے اخذ کیا ہے۔ظاہر ہے کہ اس سے پہلے جو تذکرے لکھے گئے ہیں ان میں بھی یہ واقعہ درج ہوگا۔

ایک روایت مشہور ہے (سند نہیں ملی) کہ جب صاحبزادگان نے حضرت مجددؒ کی بارگاہ میں استمداد کے لیے سفارش کی تو آپ نے تھوڑی دیر توجہ کرنے کے بعد فرمایا کہ لوحِ محفوظ میں اسی طرح لکھا ہے۔میں کیا کرسکتا ہوں۔چند روز بعد دونوں صاحبزادے پھر حاضرِ خدمت ہوئے اور ان کی استادی کے حق کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ جب حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اے مرید! میں تیری تقدیر بدل سکتا ہوں تو آپ کیوں نہیں بدل سکتے۔اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور حضرت شیخ طاہر بندگیؒ ہوش میں آکر حضرت مجددؒ کے قدموں میں گر گئے تو آپ نے اٹھا کر سینے سے لگایا اور فرمایا طاہر، طاہر من است، طاہر غوث است، طاہر قطب است آپ نے آن واحد میں تمام بلند مقامات طے کرا دیئے۔(واللہ اعلم بالصواب)

مکتوبات شریف سے واقعہ کی تصدیق

عام تذکروں میں تو یہ واقعہ تسلسل اور تواتر سے دہرایا گیا ہے لیکن کسی مستند اور قابل اعتماد ذریعہ سے اس واقعہ کی تصدیق ہنوز تشنہ نظر آتی ہے۔تاہم مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ میں سے ایک مکتوب ایسا ہے جس میں آپ نے واضح طور پر حضرت طاہر بندگیؒ کا نام تو نہیں لیا لیکن ''ایک دوست'' کے پردے میں اپنی دعا کی کچھ اس طرح وضاحت فرمائی ہے کہ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ''ایک دوست'' سے مراد غالباً حضرت طاہر بندگیؒ ہیں (واللہ اعلم بالصواب)۔یہ مکتوب شریف قضا و قدر کے بارے میں ہے جو درج ذیل ہے۔''میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ (حضرت باقی باللہؒ) فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین کی مجال نہیں ہے مگر مجھے ہے۔اگر چاہوں تو میں اس میں تصرف کروں۔اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرمایا کرتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرّف فرمایا۔ ایک روز ایک بلیّہ کے رفع کرنے کے درپے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقدّر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجاء اور عاجزی، نیاز و خشوع کی تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں امر کی قضا کسی امر سے معلّق اور کسی شرط پر مشروط نہیں۔ اس بات سے بڑی یاس اور نا امیدی حاصل ہوئی اور حضرت سیّد محی الدین قدس سرہٗ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ ملتجی اور متضرع ہوا۔ بڑے عجز و نیاز سے متوجہ ہوا تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلّق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلّق ہونا صِرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے اور قضائے معلّق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید (غوث الاعظم) قدس سرہٗ کی بات بھی اس اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے کیونکہ اس میں تصرّف و تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جس کسی کو اس قضاء کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے۔

اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی۔

قسم اخیر میں پایا اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیّہ کو دفع فرمادیا ہے۔

(مکتوب 217 دفتر اول)

اس مکتوب شریف کی عبارت پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں کیونکہ سیاق و سباق عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بلیّہ جو حضرت شیخ طاہر بندگیؒ (دوست) پر وارد ہوئی تھی۔ اس عبارت کا تعلق اسی واقعہ سے ہے۔ اگر اس واقعہ کے مختلف حصوں اور اس سلسلہ میں مشہور ہونے والی روایات کو مربوط کر کے غور کیا جائے تو انسانی ذہن یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اس مکتوب شریف میں مذکور "دوست" کا واقعہ دراصل یہی واقعہ ہے۔ اگر یہ قیاس صحیح ہے تو مکتوبات شریف سے اس

پورے واقعہ کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے دو مرتبہ دعا جس دوست کے لیے فرمائی تھی وہ ''دوست'' حضرت طاہر بندگیؒ ہی تھے مگر آپ نے اسی مصلحت کی بنا پر ان کا نام نہیں لکھا کیونکہ مندرجہ بالا مکتوب شریف میں انہوں نے تقدیر کے مسئلہ پر اصولی بحث فرمائی ہے اس لیے کسی فرد کا نام لینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔(واللہ اعلم بالصواب)

بحیثیت قطب ارشاد لاہور آمد

سلوک نقشبندیہ کے تمام بلند مدارج اور مراتب طے کرانے کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے آپ کو قطب ارشاد کے منصب بلند پر فائز فرمایا اور فوری طور پر لاہور روانہ ہونے کا حکم دیا۔حضرت شیخ طاہر بندگی ؒ کو حضرت مجدد سے جو بے پناہ محبت اور وابستگی تھی اس کے پیش نظر آپ کو اپنے عظیم المرتبت پیرو مرشد کی بارگاہِ عالی سے دور ہونے کا بہت غم ہوا لیکن تعمیل ارشاد لازمی امر تھا اس لیے بادل نخواستہ آپ انتہائی حزن و ملال کے ساتھ لاہور روانہ ہو گئے۔

تحقیقات چشتی میں نور احمد چشتی نے ''تذکرہ مجددیہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگی ؒ نے لاہور پہنچ کر چند خطوط حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی خدمت میں تحریر فرمائے جن میں سے کچھ تذکرہ مجددیہ کے مصنف نے نقل کیے ہیں۔ان میں سے ایک مکتوب تحقیقات چشتی میں بھی نقل کیا گیا ہے۔صرف اس ایک مکتوب سے بارگاہ مجدد سے جدائی کی وجہ سے پیدا ہونے والے غم و اندوہ کی گہری دلی کیفیات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔اس مکتوب سے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے آپ کی بے پناہ محبت اور دلی وابستگی کا ناقابل تردید ثبوت ملتا ہے بلکہ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے روحانی مقام کی رفعت و بلندی بھی ظاہر ہوتی ہے جس کا اظہار انہوں نے اپنے پیرو مرشد حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی خدمت میں تحریری طور پر کیا ہے اس مکتوب سے حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کی نہ صرف روحانی عظمت اور بلندی واضح ہوتی ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے گنج گراں مایہ سے آپ کو جو روحانی دولت نصیب ہوئی اس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے گہری محبت اور انس کا کتنا بڑا حصہ ہے مکتوب کی اصل عبارت یہ ہے۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ طاہرؒ بندگی بخدمت مجددؒ الف ثانیؒ

''احقر الخدمت محمد طاہر عرض می رساند کہ چوں از آستانہ عالیہ متوجہ لاہور شدم در ہر قدمی باخودی گفتم کہ اے نادان مقصود را گذاشتہ کجامی روی؟ اما از غیب ندائے آمد کہ راضی شو، راہی شو۔

فی الجملہ کشاں کشاں بااِیں شہر آوردند و در گوشہ مسجد حیران نشستم ناگاہ روح پرفتوح حضرت خواجہ نقشبندؒ ظاہر شد و باعث گشت کہ برائے کارے کہ مامور شدہ مشغول شو۔ امثالاً'' مرہم و امرکم چندرا مشغول ساختم۔ حالا مجلس گرم است۔ مشائخان عالی شان فوج درفوج تشریف می آرند و الطاف کثیرہ فرمایند خصوصاً روح حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبند و حضرت غوث الاعظمؒ و حصرت خواجہ فرید گنج شکر درحلقہ ذکر و نماز تشریف فرمائے شدند۔

وجناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باچند ہزار صحابہ و مشائخ تشریف آوردہ۔ در مجلس می نشستند نوازش ہامی فرمایند در عشرہ اعتکاف خلعت خاص عنایت فرمودند و حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا الطاف بسیار فرمودہ عنایت خاص بنواختند وقبل ازیں ہر یک از نسبت ثلاثہ یعنی نقشبندیہ قادریہ و چشتیہ نوبت بہ نوبت دومیداند۔ گاہی مختلط ہم می شدند و گاہی غالب و مغلوب می بوند۔ یک نوبت نسبت چشتیہ غلبہ کرد۔ و دیگر نسبت ہارا زیر نمود۔ حالا ہر سہ نسبت بایکے شدند و درایں ایام نسبت مشائخ کم است و نسبت اصحاب نبویہ زیادہ تر است و سوائے نسبت اصحاب و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اکثر اوقات بندہ در نسبت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم می باشد بسیار خوش می آید و مطلوب فقیر ہم غیر ازیں نیست کہ عین۔

نسبت حضرت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیادتی وترقی گرد

اردو ترجمہ مکتوب ہذا

احقر الخدمت محمد طاہر عرض پرداز ہے کہ جب آستانۂ عالیہ سے لاہور کی طرف رواں ہوا تو ہر قدم پر اپنے آپ سے کہتا تھا کہ اے نادان! اپنے مقصود کو چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے؟ لیکن غیب سے صدا آئی کہ راضی ہو جا اور اپنی منزل کی طرف رواں رہو مختصر یہ کہ آہستہ آہستہ اس شہر میں لے آئے۔ ایک مسجد کے گوشے میں حیران و پریشان بیٹھا تھا اچانک حضرت خواجہ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہ کی روح پرفتوح ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ تمہیں جس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہے اس میں مصروف رہو۔ امتثالاً حکم کی تعمیل میں ناچار مصروف کر دیا گیا۔ ابھی مجلس گرم تھی کہ مشائخ کرام عالی شان فوج در فوج تشریف لاتے رہے اور بے پناہ مہربانیاں اور عنایات فرماتے رہے۔ خاص طور پر حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبندیؒ کی روح پاک، حضرت غوث الاعظم (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) اور حضرت خواجہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم چند ہزار صحابہ کرام اور مشائخ عظام تشریف لائے اور مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور بہت مہربانیاں اور عنایات فرمائیں عشرہ اعتکاف میں خاص خلعت عنایت فرمائی۔

سیّدۃ النساء خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نے بے پناہ عنایات فرمائیں اور خصوصی کرم والطاف سے نوازا۔

اس سے پہلے نسبت ثلاثہ میں سے ہر ایک یعنی نسبت نقشبندیہ، نسبت قادریہ اور نسبت چشتیہ سے باری باری (فیوض و برکات) حاصل ہوتی رہی تھیں۔ کبھی کبھی مختلط ہوتی تھیں۔ کبھی کوئی نسبت غالب ہوتی تھی اور کبھی کوئی مغلوب، کبھی نسبت چشتیہ غلبہ حاصل کرتی تھی اور دوسری نسبتیں دب جاتی تھیں اور کبھی تینوں نسبتیں یکجا ہو جاتی تھیں۔

ان ایام میں مشائخ کرام کی نسبت کم ہو جاتی تھی اور اصحاب نبویہ کی نسبت اور خلفائے

راشدین رضی اللہ عنہم کی نسبت کا غلبہ ہو جاتا۔

اکثر اوقات بندہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے سرفراز ہوتا جو بے پناہ خوشی اور مسرت کا باعث ہوتی اور فقیر کا مطلوب و مقصود اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہی میں زیادتی اور ترقی نصیب ہوتی رہے۔

لاہور میں آمد

جب لاہور تشریف لائے تو اپنے آبائی محلہ شیخ اسحاق میں رہائش اختیار کی۔ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ محلّہ شیخ اسحاق وہاں تھا جہاں اب حویلی جمعدار خوشحال سنگھ کی موتی بازار چونا منڈی میں ہے۔

لاہور میں تشریف لاتے ہی ان کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور ہزاروں لوگ ان کے خدام میں شامل ہو گئے۔

میانی میں سکونت

بعدازاں آپ میانی جو ایک موضع تھا کے رئیس حافظ جان محمد کی درخواست پر میانی میں آ گئے اور وہاں رہائش اختیار کی۔ تاریخ لاہور کے مطابق شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ قادری نقشبندیؒ نے سرہند شریف سے آ کر اسی موضع میانی میں سکونت اختیار کی۔ چونکہ حضرت طاہر بندگی رحمت اللہ علیہ عالم و فاضل اور فقیر کامل تھے۔ چند سالوں میں ہزاروں لوگ آپ کے مرید اور شاگرد ہو گئے اور دن بدن رونق بڑھتی گئی اور ایک عالیشان بستی آباد ہو گئی۔ لوگوں کے نذر رنذرانے آپ قبول نہ فرماتے تھے۔ (تاریخ لاہور کنہیا لعل کپور)

عالیشان مدرسے اور لائبریری کا قیام

آپ نے موضع میانی میں ایک شاندار دینی درسگاہ قائم کی جہاں قرآن مجید، تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم پڑھانے کا بہت اچھا انتظام تھا۔ درسگاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی

کہ درس و تدریس کا کوئی معاوضہ طالب علم سے نہیں لیا جاتا تھا۔ آپ نے درسگاہ کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا جس میں قرآن و حدیث و فقہ اور دیگر علوم اسلامیہ کی سینکڑوں کتابیں موجود تھیں جن سے طلبہ استفادہ کرتے تھے اور اہل علم حضرات بھی اس کتب خانے سے فیض یاب ہوتے تھے۔ عہد اسلامی کے آخر تک یہ کتب خانہ موجود رہا مگر جب سکھوں نے لاہور پر قبضہ کرلیا تو ان سکھ غارت گروں نے نہ صرف مدرسے کو لوٹا بلکہ کتب خانے کی تمام کتب قرآن مجید کے نسخوں سمیت لوٹ کر لے گئے۔ جاتے ہوئے آتش غیظ و غضب اور غصے کے مارے موضع میانی کے اس علاقہ کو نذر آتش کردیا جس سے یہ بستی جل کر خاکستر ہوگئی۔ اس مدرسے کی عمارت 1884ء تک ایک حد تک محفوظ تھی۔ سکھوں کی لوٹ مار کے بعد لوگ وہاں سے نقل مکانی کر گئے اور علاقہ میانی ویران ہوگیا۔ ویرانی کے بعد قرب و جوار کے لوگوں نے اس جگہ قبرستان بنالیا۔

اگر آج حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت قطب وقت کی کوئی تصنیف نہیں ملتی تو غالباً اس کی سب سے بڑی وجہ سکھوں کی اندھیر گردی ہے۔ انہوں نے آپ کے بیش قیمت اور شاندار کتب خانے کو لوٹ کر آگ لگا دی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ ان قیمتی کتب میں کچھ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی اپنی تصانیف بھی ہوں۔ اس طرح آنے والی نسلیں ایک بیش قیمت اثاثے سے محروم ہوگئیں۔

کسب معاش

لاہور میں اتنی ہمہ گیر شہرت اور ہزاروں مریدوں اور طالب علموں کے باوجود آپ کسی سے نذر یا نذرانہ وغیرہ قبول نہ فرماتے تھے بلکہ قیام لاہور کے دوران آپ اپنی بسرِ اوقات کے لیے تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں لکھ کر یا ان کی تصحیح کر کے اور حواشی لکھ کر روزی کماتے تھے اور اسی آمدنی میں گذارہ کرتے تھے۔ کیونکہ رزق حلال کے معاملے میں آپ بے حد محتاط اور حساس تھے اور انہیں ہرگز گوارا نہ تھا کہ مشکوک آمدنی کا ایک پیسہ بھی ان کے تصرف میں آئے۔ ناجائز اور حرام آمدنی کا تو وہاں تصور تک نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ لوگوں سے نذرانے وغیرہ قبول نہیں

فرماتے تھے کیونکہ نذرانہ پیش کرنے والے کی آمدنی کے بارے میں کسی کے پاس کیا ثبوت تھا کہ وہ حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے اس لیے آپ نے شروع سے ہی نذرانے وغیرہ وصول نہ کرنے کا اصول بنالیا تھا اور اسی پر عمل پیرا رہے۔

حدیقۃ الاولیاء کی تصدیق

حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ محمد طاہر لاہوری قادری نقشبندی مجددی مرید و خلیفہ حضرت شاہ سکندر بن حضرت کمال کیتھلیؒ جامع عبادات وعلوم دینی و دنیوی، رموزات صوری ومعنوی وخوارق وکرامات والہامات تھے پہلے انہوں نے اپنے مرشد شاہ سکندر کیتھلیؒ کی خدمت میں رہ کر (سلوک قدریہ کی) تکمیل کی پھر حضرت امام ربانی (حضرت مجدد الف ثانی) کی خدمت میں حاضر ہو کر فوائد عظیمہ حاصل کیے اور ان کے ارشاد (کی تعمیل) سے لاہور میں آکر بہدایت خلق مصروف ہوئے۔ ہزاروں لوگ ان کے ارشادات کی برکت سے مراتب عالی تک پہنچے۔ یہ حضرت (یعنی حضرت شیخ طاہر بندگیؒ) لاہور سے سال میں ایک مرتبہ یا دو برس میں ایک مرتبہ اور کبھی کبھی ایک سال میں کئی مرتبہ سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بارگاہ جلیلہ میں بہ نفسِ نفیس حاضری دیا کرتے تھے اور ان کے فیوض و برکات کے خزانے سمیٹ کر واپس تشریف لاتے تھے اور ہمیشہ حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کی اجازت سے واپس آتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ خود بھی کئی مرتبہ لاہور تشریف لاتے رہے اور یہاں کے اصحابِ نسبت کی تعلیم و تربیت کا جائزہ لے کر ان کو فیوض و برکات سے مالا مال کرتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ لاہور میں تشریف فرما ہوتے تو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے حضرت طاہر بندگیؒ ہمہ وقت اپنے پیر کی خواہش و اجازت کے مطابق ان کی محفل میں حاضر رہتے تھے۔ اس طرح طالبان حق کو ان کے سرہند شریف جانے اور حضرت مجددؒ کے لاہور تشریف لانے کی صورت میں ہر طرح کے روحانی فوائد حاصل ہوتے تھے۔

تبلیغ واشاعت دین

آپ جتنا عرصہ لاہور میں بقید حیات رہے ہمہ وقت تبلیغ واشاعت اسلام میں مصروف رہے جس کے بے پناہ اثرات مرتب ہوتے تھے۔ آپ نے درسگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کررکھی تھی (جو غالباً اب تک موجود ہے) اس مسجد میں آپ وعظ وتلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے روحانیت وطریقت کے اعلیٰ مدارج طے کررکھے تھے اور صاحب عمل تھے اس لیے آپ کی صحبت اور وعظ ونصیحت میں بے پناہ اثر تھا۔ جو بھی ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ آپ کی گفتگو اور اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ گناہ گار لوگ پناہ تلاش کرتے اور راہِ حق پا کر واپس جاتے۔ ہزاروں علم کے پیاسوں اور معرفت کے متوالوں نے آپ کے دربار عالی سے سیرابی حاصل کی اور ہزاروں لوگ آپ کے ارشادات عالیہ کی برکات سے عالی مرتبہ تک پہنچے۔ آپ اپنے عہد کے قطب ارشاد تھے۔ جو سائل بھی آپ کے دربار عالی میں حاضر ہوا کبھی خالی نہیں گیا۔ حتیٰ کہ حضرت سیّد آدم بنوری نے جو اصل میں حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے تھے جب آپ کی عظمت اور بزرگی کی شہرت سنی تو پاپیادہ بنور سے لاہور تشریف لائے اور فیض یاب ہوئے۔

سیرت پاک

تمام تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ جامع عبادات و رضایات تھے۔ علوم دینی اور دنیاوی میں یکتائے زمانہ تھے۔ زندگی بھر کسی حکمران یا دولتمند کے دروازے پر نہیں گئے اور نہ ہی ایسے لوگوں کو اپنے پاس آنے دیا۔ سارا دن خدام کی تلقین اور ساری ساری رات عبادت الٰہی میں گزارتے تھے۔ آپ بڑے صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ لاہور کے جید علمائے کرام اور عوام میں بہت مقبول تھے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے خلق خدا چاروں طرف سے کھنچی چلی آتی تھی اور ہر کوئی فیض یاب ہو کر جاتا کیونکہ آپ سیرت محمدیؐ اور اخلاق احمدی کا ایک نمونہ تھے۔

شادی

آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ تجرد میں بسر کیا لیکن عمر کے آخری حصے میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس کے پیش نظر دو شادیاں فرمائیں۔

پہلی شادی ماہ خانم دختر مرزا احسان اللہ سے ہوئی۔

دوسری شادی عصمت النساء دختر سید عبداللہ سے کی۔

دونوں کی قبریں آپ کے مقبرہ میں گنبد کے نیچے اب تک موجود ہیں۔ اولاد کے بارے میں کوئی مستند اطلاع نہیں۔

آپ کے نامور خلفاء

آپ کے نامور خلفاء میں مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں۔

(i) شیخ ابومحمد قادریؒ نقشبندی لاہور میں دفن ہیں۔

(ii) سیّد صوفیؒ صاحب دہلی میں دفن ہیں۔

(iii) شیخ لکھن یا لھکن مست، مزار موری دروازہ کے پاس میونسپل باغ کے اندر ہے ان کی قبر نواب غلام محبوب سبحانی رئیس لاہور نے بنوائی تھی۔

(iv) حضرت شیخ ابوالقاسم نقشبندی مزار جدہ میں ہے۔

(v) کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کو بھی آپ نے خرقۂ خلافت سلسلہ قادریہ میں عطا فرمایا تھا۔ ان کا مزار مقدس مدینہ منورہ میں ہے (آپ دراصل مرید و خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تھے)۔

وصال:

آپ کا وصال 8 محرم الحرام 1040ھ بروز جمعرات بمطابق 1630ء ہوا اور اس جگہ دفن ہوئے جہاں آپ کی درسگاہ قائم تھی۔ وصال کے وقت عمر شریف 56 برس تھی۔ مزار شریف میانی میں ہے۔ حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت طاہر بندگی" فرماتے تھے کہ میری وفات کے بعد جو شخص میرے احاطۂ مزار میں دفن ہوگا میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے کہ وہ جنتی ہو۔ مقبرہ شیخ ابو محمد قادری جو آپ کے خلفاء میں سے ہیں رئیس میانی نے تعمیر کرایا پھر شہزادہ غلام محمد ایوب شاہی نے چبوترہ بنوایا۔ مقبرہ کی زمین کی قیمت آپ کی اہلیہ محترمہ نے زر نقد میں ادا کی تھی۔ بعد ازاں فقیر فضل دین ملازم راجہ دھیان سنگھ نے چاردیواری تعمیر کرادی۔ اس چاردیواری کے اندر بہت سی قبریں ہیں۔ سر عبدالقادر اور لیڈی عبدالقادر کی قبریں بھی صدر دروازہ کے ساتھ ایک احاطہ میں ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں قبروں کے لیے جگہ مخصوص کرا رکھی تھی۔ شروع میں وہ خطہ میانی جو علماء اور صلحاء کا مسکن تھا (اس کی تفصیل آگے آئے گی) آہستہ آہستہ لاہور کا سب سے بڑا قبرستان بن گیا۔

آپ کے مزار مبارک پر ایک چھوٹا سا نہایت ہی خوبصورت گنبد ہے اور مزار کے غرب رویہ ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کا وصال 1034ھ میں ہوا۔ تحقیقات چشتی کے مطابق آپ کا وصال عہد شاہجہانی میں ہوا۔ چار برس سَن جلوس شاہجہانی سے گذرے تھے اور عمر آپ کی چھپّن (56) برس تھی، بروز پنج شنبہ ماہ محرم کی آٹھویں تاریخ 1040ھ میں ہوئی اور میانی میں دفن ہوئے۔ غالباً یہ پہلی قبر مبارک تھی جو میانی میں تعمیر ہوئی۔

مفتی غلام سرور نے قطعہ تاریخ کہا ہے جو درج ذیل ہے :

شہ شیخ طاہر سراپا طہور
کہ در شہر لاہور مشکش کم است
خرد بعد ترحیل آں شاہِ دین
بگفت کہ سال وفاتش غم است

لفظ "غم" سے سن 1040ھ نکلتا ہے۔

دوسرا قطعہ تاریخ وفات

شیخ طاہر دود زماں
میت در لاہورزد فیض عمیم
گشت حاصل سرور بے چارا
سال ترحیلش ازھادی عظیم

کرامت

بقول سیّد شہوار مرحوم (سابق سجادہ نشین) جس چبوترے پر مزار پرانوار حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ ہے کبھی تابش آفتاب سے موسم گرما کی دھوپ میں خواہ باہر کتنی ہی گرمی ہو لیکن مزار مبارک کا چبوترہ ہمیشہ سرد رہتا تھا۔

تاریخ قبرستان میانی

بقول تحقیقات چشتی میانی کا موضع اس وقت آباد ہوا جب مغل لاہور میں آئے۔ غرب رویہ موضع مزنگ گھوسیوں کے کچے گھر آباد تھے۔ جسے میانی کہا جاتا تھا۔ وہاں صرف میوہ فروش قوم کے لوگ رہتے تھے۔ یہ لوگ مغلوں کے ہمراہ ولایت سے میوہ ہائے ولائتی لائے چنانچہ مغلوں نے محلّہ مزنگ کے بالکل قریب دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر میانی آباد کی اس کے بعد بعہد چغتائی یہ لوگ مٹی کھود کر فروخت کرتے تھے اور اس آمدنی پر بسر اوقات کرتے تھے۔

قبرستان پنج ڈھیرا

اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں یہاں ایک گاؤں تھا جہاں تمام علماء اور صُلحاء لوگ رہتے تھے۔ کیونکہ پنجابی میں عالم کو میاں کہتے تھے اس لیے یہ علماء کی بستی ہونے کی وجہ سے میانی مشہور تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہاں کے کچھ علماء نے جو کچھ قرب بحضور بادشاہ

حاصل کیا تو اس کا نام ''شاہ پور'' مقرّ رہوا۔اس وقت رئیس اس بستی کے حافظ جان محمد والد حضرت ابو محمد قادریؒ تھے اور جو معافی نامہ بحق علماء اس مقام کے تھی وہ بھی حضرت وصول کرتے تھے اور بعد میں باہم تقسیم کر لیتے تھے۔ جب حافظ جان محمد فوت ہو گئے اور ان کے بیٹے حضرت ابو محمد قادریؒ ان کے امیر مقرر ہوئے اسی اثناء میں کسی شرعی مسئلہ پر علماء میں اختلاف ہو گیا اور ان میں تفرقہ پڑ گیا اکثر علماء یہاں سے نقل مکانی کر گئے اور چند اشخاص جو حضرت ابو محمد صاحب کے متعلقین تھے یہاں سکونت پذیر رہے حافظ جان محمد صاحب کی درخواست پر حضرت شیخ طاہر بندگیؒ اس موضع میں آ کر آباد ہوئے تھے جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔

اس حال میں ایک حضرت میر علی نامی مکھڈ سے یہاں آئے اور بادشاہِ وقت کے حکم سے مقرر ہو کر یہاں مقیم ہوئے۔ ریاست اس خطہ کی حضرت ابو محمد قادریؒ اور میر علی صاحب میں مشترک ہو گئی۔ انہوں نے حضرت ابو محمد قادری سے کہا کہ ''محاصل یہاں کا فی مابین آپ کے اور ہمارے بطور مناصفہ اگر ہو جائے تو ہم پھر اس گاؤں کو آباد کریں۔ انہوں نے یہ تجویز قبول کر لی اور ان کی معرفت پھر آبادی شروع ہو گئی۔ اس وقت میر علی صاحب نے اپنے پانچ بزرگوں کے صندوق مکھڈ سے یہاں منگوائے اور ان کو یہاں دفن کر دیا۔ اس وقت سے اس کا نام ''میانی پنج ڈھیرا'' مشہور ہو گیا۔ پنجابی میں ''ڈھیری'' کا لفظ قبر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

پھر حضرت ابو محمد قادریؒ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے خادم ہو گئے۔ جب رئیس میانی حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے خادم ہوئے تو جب آپ یعنی حضرت طاہر بندگیؒ نے وصال فرمایا تو ان کا مزار بھی میانی صاحب میں تعمیر ہوا۔ اس لحاظ سے یہ پہلا مزار مبارک تھا جو میانی میں بنا کیونکہ ''پنج ڈھیرا'' کے مدفون حضرات تو مکھڈ سے لا کر یہاں دفن کیے گئے تھے۔

اس کے بعد محمد شاہ کے عہد میں یہ قبرستان بھی ویران ہو گیا اور کوئی یہاں تدفین کے لیے نہیں آتا تھا۔ اس وجہ سے یہاں ایک بیلا (چھوٹا جنگل) بن گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد 1880ء میں جب بیرون بھاٹی گیٹ بند ہوا۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش

رحمت اللہ علیہ کے مزار مبارک سے لے کر بیرون بھاٹی گیٹ تک تمام قبرستان بن گیا تھا کیونکہ اس علاقے میں دفن ہونا لوگ باعث نجات سمجھتے تھے) تو پھر میانی میں قبریں بننے لگیں۔ آہستہ آہستہ بیلا کاٹا گیا اور قبرستان بنتا چلا گیا کیونکہ جب یہ علاقہ بیلا تھا تو شاید ہی کوئی قبر بنتی ہوگی۔

اس اثناء میں مغلوں نے اس کے نواح میں اس طرز کے مکانات تعمیر کرانا شروع کر دیے کہ گھر کے پاس ہی قبر کے لیے جگہ، پاس ہی باغیچہ اور پاس ہی کنواں بنواتے تھے جب حجرہ شاہ مقیم کے جناب شاہ مقیم صاحب چلّہ کاٹنے کے لیے یہاں تشریف لائے تو اس وقت بھی یہ موضع میانی آباد تھا۔ جب امیر علی شاہ یہاں آئے اور میانی ''پنج ڈھیرا'' کو مشہور کیا گیا۔ اب ان قبروں کے نشانات تک ایک صدی پہلے سے مٹ چکے ہیں جنوب رویہ چلّہ گاہ حضرت شاہ مقیم مشہور ہے۔

1040ھ میں حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کا مرقد مبارک آپ کے مرید میاں ذوالفقار نے بنوایا یعنی پکی قبر بنائی گئی۔

میر مومن خان ناظم لاہور کے دور میں سکھ ناخدا ترسوں نے موضع میانی کو لوٹ لیا اور تمام لوگ اجڑ کر نقل مکانی کر گئے۔ گورکن باداہریا نے گھوسی لوگ وہاں آباد کرائے جو تقریباً دوصد گھرانے تھے۔ ان سے ایک روپیہ سالانہ کرایہ وصول کیا جاتا تھا۔ ویرانی کے بعد یہ خطہ قبرستان بنتا چلا گیا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے حالانکہ وہاں قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں۔

مزار مقدس کی قدیم حالت

''تحقیقات چشتی'' 1872ء میں مکمل ہوئی۔ کتاب کے مصنف نور احمد چشتی نے اس کتاب کی تصنیف کے دوران خود موقع پر جا کر مزار مقدس حضرت طاہر بندگیؒ کا تفصیلی جائزہ لے کر تقریباً 126 برس پیشتر بڑی دلچسپ تصویر کشی کی ہے جو مختصراً درج ذیل ہے۔ ان کے مزار کے گرد و نواح بہت بڑی چہار دیواری قد آدم بلند موجود ہے جو چونا اور گچ سے تعمیر کی گئی ہے۔ دروازہ چہار دیواری کی شمالی دیوار کے درمیان اور دوسرا دروازہ جنوب کی طرف آمد و رفت کا ہے۔ شمالی

دروازہ کے اندر جاتے ہی ڈیوڑھی اس کی غرب وشرق کی طرف، دو رویہ دیوار قد آدم اور سقف ندارد۔ ان ہر دو دیوار میں آٹھ آٹھ پنجرہ خشتی گلی موجود ہے۔

پھر جنوب رویہ دروازہ محرابی قالبوتی خشتی پھر اس دروازہ جنوب رویہ قبالبوتی کے آگے شرق رویہ ایک اور دالان چونا گچ پختہ سفید، گلکار، منقش جائے نشست گدی نشیں سجادہ نشیں سید شہسوار موجود ہے۔ اس دالان میں شرق رویہ اور ایک جنوب رویہ اور داہنے ہاتھ کی طرف اندر جاتے ہوئے روبرو اسی دالان کے ایک سہ درہ مسقفہ سرکی پوش۔ اس کے اندر ایک چار دیواری جس کے گوشہ جنوبی میں ایک کوٹھڑی ہے۔ در اور روبرو اس کے زینہ اوپر جانے کو اور غرب میں ایک دالان سہ درہ قالبتوتی اس کے اندر شمال میں ایک کوٹھڑی۔ اوپر اس کا بالا خانہ بطور شہ نشین پنج کھڑکی والا ایک شرق رویہ دو شمال رویہ اور چہار دیواری کے گوشہ غربی وشمالی میں اوپر جانے کا زینہ۔ یہاں موسم گرما میں سجادہ نشین بیٹھتا ہے اور دیوار شمال چار دیواری کے ساتھ ایک کھڑکی اور گوشہ جنوبی میں متصل چبوترہ ایک درخت شریفہ پھر دروازہ اندر جانے کا گویا چار درہ کوٹھڑی ہے۔ اسی دالان مکان گدی کے شرق رویہ ایک اور دالان ہے۔ بے چھت سہ درہ آوارہ پر کھلتا ہے اور درمیان اس چار دیواری کلاں کے چبوترہ پختہ گچ چونا۔ جنوب رویہ دو زینہ اور مشرق رویہ بھی دو زینہ۔ مشرق رویہ زینہ جنوبی۔ ایک درخت پھر دانہہ بڑا بلند جس کی ایک شاخ مزار سے تا چراغ دان پہنچی ہوئی ہے۔ فرش چبوترہ کا سفید چونا گچ اور اس کے گردونواح دو فٹ بلند چہار دیواری سفید۔ اس چبوترہ پر ایک فٹ اونچا ایک اور چبوترہ۔ اس پر مزار پُر انوار حضرت شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کا چونا گچ سفید، پائنتی کی طرف شرق وغرب رویہ اور دو قبریں خرد دونوں زوجہ حضرت کی۔ ایک کا نام ماہ خانم دختر احسان اللہ اور دوسری عصمت النساء دختر سید عبداللہ کی ہے۔ اولاد حضرت کی باقی نہیں رہی۔ زینہ جنوب رویہ کے شرق کی طرف سے دیوار چہار دیواری بالائے چبوترہ ذرا گر گئی ہے۔ مزار حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ پر ہمیشہ غلاف سفید پڑا رہتا ہے اور سرہانے کی طرف چراغ دان جس میں چھ طاقچے نیچے اور ایک بڑا اوپر جن کے آگے پنجرہ گلی دو بنے ہوئے

ہیں اور مزار مبارک پر تینتالیس میر فرش رکھے ہوئے ہیں۔ شرق رویہ متصل چہار دیواری گوشہ جنوبی میں ایک اور چبوترہ پختہ ہے۔ اس پر دو قبریں ہیں۔ ایک حضرت ابو محمد قادریؒ کی جو پختہ چونا گچ ہے۔ جس کے سرہانے چراغ دان اور دوسری سید خیر شاہ چشتی کی ہے۔ یہ دونوں اصحاب سجادہ نشین ان حضرت کے تھے۔ یہ ابو محمد قادریؒ صاحب دس برس بعد وفات حضرت شیخ طاہر بندگیؒ فوت ہوئے اور یہ حضرت صاحب بڑے بزرگ مشہور ہیں۔

اور مزار حضرت طاہر بندگیؒ کی پختہ عمارت شیخ ابو محمد قادری صاحب نے بنوائی اور یہ زمین حضرت کی زوجہ نے خریدی تھی۔ اب عرصہ تیس سال کا ہوا ہے (یعنی تقریباً ایک صدی پہلے) کہ تہہ اس چبوترہ کی شہزادہ غلام محمد ایوب شاہی نے اور چہار دیواری بالائی نتھا علاقہ بند نے بنوائی اور باہر کی بڑی چار دیواری فقیر فضل دین ملازم راجہ دھیان سنگھ نے 1899ء میں بنوائی تھی۔

اور اس کے شرق رویہ ایک اور چبوترہ پختہ قدیمی ہے اس پر کوئی قبر نہیں ہے۔ اس کے شرق رویہ ایک قبر کر کچی مع چبوترہ و چراغ دان کسی سندھی کی ہے۔ اس کے شرق رویہ متصل دیوار چہار دیواری خرد دو قبریں کمی اور ہیما طوائفوں کی ہیں اس کے شرق رویہ متصل دیوار چار دیواری کلاں گردونواحی۔ ایک چار دیواری خرد اس کے غرب رویہ اور ایک دیوار سفید نشان مسجد اور شمال رویہ چراغ دان اور دو درخت ون اور کریر و برنا ہیں اس کے اوپر پختہ و خام بارہ قبریں ہیں۔

اور حضرت کے مزار کے جنوب رویہ زیر دیوار دو چبوترے جن پر دو دو قبریں غربی چبوترے پر ایک فضل دین بانی چہار دیواری کلاں اور دوسری محمد اسلم ساکن ممام واعظ کی ہے۔

غرب رویہ متصل اس مسجد کے ایک کوٹھا قالبتو تی خشتی جس کا باہر سے دروازہ محرابی جنوب رویہ اب قدرے جھکا ہوا کھڑا ہے اور اس کے اندر ایک اور محدود درجہ ہے۔ یہ مکان چلہ گاہ مشہور ہے تاکہ اگر کوئی بھی فقیر طالب چلہ آئے تو یہاں اعتکاف بیٹھے۔

چہار دیواری خانقاہ حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے خاص غرب رویہ بلند ٹیلہ خرد پر ایک مسجد خشتی بے سقف چونا گچ۔

نوٹ:

تحقیقات چشتی میں حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس کا جو نقشہ بیان کیا گیا ہے وہ تقریباً ایک سو تیس چالیس برس قدیم ہے جو اب یکسر بدل چکا ہے۔ عمارت کی اب وہ صورت موجود نہیں ہے بلکہ مزار اقدس اور اس کے اردگرد کی تعمیرِ نو ہو چکی ہے۔ مزار کی چاردیواری کے باہر اب کھلے میدان میں تمام قبریں بن چکی ہیں صرف وہ دروازہ ملحقہ برآمدہ اور اوپر جانے والی سیڑھیاں اور بائیں طرف ایک دو کمرے موجود ہیں اور دروازے کے ساتھ ڈیوڑھی ہے۔ مزار کے سامنے چھوٹی سی مسجد بھی موجود ہے۔

سجادہ نشین حضرات مزار حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ

درگاہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کے اصل سجادہ نشین اور متولی حضرت ابو محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جن کے والد حافظ جان محمدؒ تھے جن کی درخواست پر حضرت میانی میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ حضرت ابو محمد قادریؒ کو حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا تھا اور وہ سربرآوردہ مرید تھے۔ اسی حوالے سے تقسیمِ ملک کے بعد بھی اندر داخل ہونے والے دروازے پر درگاہ قادریہ لکھا ہوا تھا۔ ان کی اولاد بھارتی پنجاب کے مشہور صنعتی قصبے بٹالہ شریف ضلع گورداسپور میں سکونت پذیر رہی ہے اور وہاں ان کے آستانے کو آستانۂ قادریہ کہتے تھے اور اس سلسلے کے تمام بزرگ قادری طریق میں رشد و ہدایت کا کام قیام پاکستان تک بٹالہ میں اور اس کے بعد لاہور میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پنجاب کے لاکھوں لوگ ان کے مریدوں میں شامل ہیں جو حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی قادری نسبت کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اس خاندان عالی کے تمام بزرگ پورے پنجاب میں "میاں صاحب بٹالہ والے" کے نام سے مشہور رہے ہیں۔ اسی خاندان عالی کے ایک بزرگ میاں محی الدینؒ نے راقم الحروف کا نام رکھا تھا کیونکہ میری والدہ نے پیدا ہونے کے بعد مجھے ان کی جھولی میں ڈال دیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ خاندان بٹالہ

سے ہجرت کر کے لاہور منتقل ہو گیا۔ میاں نذر محی الدین اور ان کے صاحبزادے میاں بدر محی الدین کے مزارات اب حضرت طاہر بندگیؒ کے مزار کے بیرونی احاطہ صدر دروازے کے باہر موجود ہیں۔

شروع میں حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے خادم اور مجاور خواجہ گورکن اور ابدال شاہ فقیر تھے۔ ابدال شاہ اس جگہ کا تکیہ دار تھا اور نذرانے وغیرہ وہی وصول کرتا تھا اور رقم جمع کر کے سالانہ عرس منعقد کراتا تھا۔ جب ابدال شاہ فوت ہو گیا تو میانی کے بااثر گورکنوں نے اس کے بالکے (یعنی مرید) محبت شاہ کو وہاں بٹھا دیا۔ اس کا بھی زندگی بھر یہی معمول رہا۔

چُونکہ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نقشبندیہ قادریہ اور چشتیہ سلسلے میں بیعت لیتے تھے چنانچہ انہوں نے "میاں صاحب" بٹالہ والوں کے جدِ امجد حضرت ابو محمد صاحب لاہور کو سلسلۂ قادریہ میں بیعت کیا تھا اس لیے ان کا خاندان ہی حقیقی سجادہ نشین تھا۔ اس توسّل سے اس زمانے میں میاں صاحب بٹالہ والے نے میاں سیّد خیر پسر حسن شاہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں مزار پر سجادہ نشین مقرر کیا۔ جب سیّد خیر شاہ صاحب فوت ہو گئے تو بٹالہ والوں نے ایک شخص چراغ شاہ بن زندعلی ساکن موضع مزنگ کو سجادہ نشین مقرر کیا جو بقول نور احمد چشتی کچھ زر نقد پیش کر کے بہ اُمید عطائے عہدہ سجادہ نشینی بٹالہ کے میاں صاحب کا مرید ہوا تھا چنانچہ 1261ھ میں وہ سجادہ نشین مقرر ہو کر آیا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد جو دو برس تک سجادہ نشین رہے اس کے والد زندعلی نے بصوابدید نمبرداراں اور روسائے موضع مزنگ سجادہ نشینی کا منصب سنبھال لیا۔ 1271ھ میں زندعلی بھی فوت ہو گیا تو شہسوار بن زندعلی جو چراغ شاہ کا حقیقی بھائی تھا بٹالہ گیا اور مع سجادہ نشینی اس خانقاہ کے حضرات میاں صاحب بٹالہ والوں کا مرید ہوا اور ان کی باقاعدہ اجازت سے سجادہ نشین مقرر ہوا جو نور محمد چشتی مصنّف تحقیقات چشتی کے دور تک قابض اور متصرّف رہا۔ نور احمد چشتی نے لکھا ہے کہ اگرچہ چراغ شاہ کا بیٹا بہادر شاہ جو شہسوار کا حقیقی برادرزادہ موجود ہے اور وہ کہتا ہے کہ حسب قاعدہ وہ اپنے باپ چراغ شاہ بانی گدی نشین اور دادا زندعلی کا جائز وارث ہونے کے نصف

آمدنی کا حقدار ہے مگر شہسوار اسے کچھ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ یہ جگہ ورثہ نہیں ہے۔ مالک اس درگاہ کے یہاں صاحبان بٹالہ والے ہیں جن کا وہ مرید ہے اور جنہوں نے اسے سجادہ نشین مقرر کر کے بھیجا ہے اس لیے وہ اسے کچھ نہیں دے سکتا۔ اگر کچھ لینا منظور ہے تو بٹالہ کے میاں صاحب سے اجازت نامہ لے آؤ۔ کتب سوانح میں جناب سیّد شہسوار بن زندعلی کے بعد کسی دوسرے سجادہ نشین کا نام نہیں ملتا۔ سوائے ابوالبشر جناب سید مبارک علی شاہ مرحوم ومغفور کے۔ ان دو سجادہ نشینوں کے درمیان اگر کچھ اور اصحاب سجادہ نشینی کے منصب پر فائز رہے ہوں تو ان کے بارے میں تفصیلات مہیا نہیں ہوسکیں بہرحال جناب سید مبارک علی شاہ صاحب طویل عرصے تک سجادہ نشین رہے۔ راقم الحروف کے ایک دیرینہ دوست میاں خادم حسین مرحوم اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ سید مبارک علی شاہ صاحب صدر دروازے اندر ڈیوڑھی میں چارپائی پر لیٹے رہتے تھے اور وہیں لوگوں سے ملتے تھے۔ عجیب فقیرانہ طبیعت پائی تھی۔ صاحب علم اور اصحاب علم کے قدردان تھے۔ مطالعہ بہت وسیع تھا۔ میاں خادم حسین راوی ہیں کہ ایک روز دوپہر کے بعد گرمیوں میں آپ چارپائی پر لیٹے تصوف کی کسی انتہائی مشکل اور حقیقی کتاب کے مطالعہ میں محو تھے اور کوئی ایک پیچیدہ مسئلہ ایسا تھا کہ ان سے حل نہ ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں چند طوائفیں اپنے ایک بوڑھے نوکر کے ساتھ ادھر آ نکلیں۔ بوڑھا نوکر بوسیدہ اور پھٹے پرانے لباس میں ملبوس تھا۔ طوائفیں تو دعا سلام کے لیے آگے چلی گئیں اور وہ عمر رسیدہ نوکر سید مبارک علی شاہ صاحب کے پاس بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب کو اس قدر منہمک دیکھ کر اس نے پوچھا کہ شاہ صاحب کس مشکل میں پھنسے ہوئے ہو؟ شاہ صاحب نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور جھاڑ دیا کہ ارے احمق تجھے ان باتوں کا کیا علم ہے۔ وہ خاموش ہوگیا۔ چند لمحے بعد اس نے دوبارہ شاہ صاحب سے یہی سوال کیا تو آپ نے زچ ہو کر مسئلہ اسے بتا دیا۔ اس نے کہا بس اتنی سی بات ہے اس کے بعد اس نے چند جملوں میں وہ مسئلہ حل کر دیا اور شاہ صاحب حیران رہ گئے۔ آپ اس سے کچھ اور پوچھنا چاہتے تھے کہ اچانک وہ اٹھا اور نظروں سے غائب ہوگیا۔ طوائفوں نے واپس آ کر گالیاں

دیتے ہوئے اسے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ جب سید مبارک شاہ صاحب بہت عمر رسیدہ اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو ان کے بڑے صاحبزادے جناب سید بشیر حسین صاحب مرحوم روزانہ اپنے والد کو اپنی کمر پر لاد کر آستانہ عالیہ لایا کرتے تھے اور شام کو اسی طرح واپس لے جاتے تھے اس ہونہار اور فرمانبردار بیٹے نے ایک طویل مدت تک اپنے والد بزرگوار کی یہ خدمت اسی خندہ پیشانی سے جاری رکھی اور کبھی ناغہ نہ ہونے دیا۔ آخر سید مبارک علی شاہ صاحب بتاریخ 20 فروری 1961ء کو انتقال فرما گئے تو ان کے مایہ ناز فرزند ارجمند جناب سید بشیر حسین صاحب نے سجادہ نشینی کا منصب سنبھال لیا اور اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر سختی سے چلتے رہے۔ بے حد سادہ منش اور وضعدار انسان تھے۔ راقم الحروف سے ان کے انتہائی مخلصانہ اور برادرانہ مراسم تھے اور بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ بندہ اس زمانے میں ہر جمعرات کو حضرت خواجہ طاہر بندگیؒ کے آستانۂ عالیہ پر حاضری دیا کرتا تھا۔ ایک روز انہوں نے بتایا کہ جب جنرل محمد ایوب خان مرحوم کے مارشل لاء کے دور میں محکمہ اوقاف پنجاب قائم ہوا تو اوقاف کے ایک افسر اعلیٰ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچانک ایک روز نمودار ہوئے اور انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا کہ یہ مزار شریف اور ارد گرد کی تعمیرات غیر قانونی ہیں اور تجاوزات کے زمرے میں آتی ہیں۔ سید بشیر حسین صاحب نے فرمایا کہ اگر تمہارے ریکارڈ میں یہ تجاوزات ہیں۔ تو ہمت کرو اور یہ مسمار کر دو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ یہ جواب سن کر وہ چلے گئے اور پھر کبھی نہ آئے۔ بشیر صاحب کی رفاقت اور محبت ہمیں زیادہ دیر نصیب نہ ہو سکی آخر وہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ آپ 15 جون 1986ء کو اپنے والد کی کم و بیش پچیس برس تک کامیاب جانشینی کے بعد وصال فرما گئے۔ آجکل (1998ء) تک ان کے فرزند اکبر سید شاہین قادر گیلانی قادری ان کی جگہ سجادہ نشینی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اپنے دادا کی طرح صاحب علم کے بہت قدردان ہیں۔ تصوف و طریقت میں خصوصیت سے ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ انہوں نے ذوق جمیل پایا ہے جس کی جھلک پورے آستانۂ عالیہ میں نظر آتی ہے۔ انہوں نے مزار مقدس اور ارد گرد کے تمام حصوں کو نہایت خوبصورتی سے اپنے ذوق

جمال کا مظہر جمیل بنا دیا ہے۔حتیٰ کہ مزار مقدس کے سامنے جو قدیم بوسیدہ سی مسجد تھی اسے بھی نہایت خوشنما طریقے سے از سر نو تعمیر کر دیا ہے۔ جہاں با جماعت نماز ہوتی ہے۔ مزار مقدس کا اندرونی ماحول بھی نہایت خوبصورت بنا دیا گیا ہے اور تمام آسائشیں مہیا کر دی گئی ہیں۔امید ہے کہ ان کے دور میں آستانہ عالیہ کا پورا نقشہ جدید انداز میں بتدریج بدل جائے گا۔

عرس مبارک

شروع میں خیر شاہ گدی نشین اور گورکن لوگ سالانہ عرس مناتے تھے۔ جب خیر شاہ سجادہ نشین بن کر آئے تو عرس کا خرچ نصف تقسیم ہو گیا یعنی نصف خرچ گورکن اور نصف خیر شاہ کرتے تھے۔ آمدنی اخراجات مرمت خانقاہ، عرس ونفقہ سجادہ نشین میں صرف ہوتی تھی۔ تاریخ وفات حضرت کی اگر چہ 8 محرم الحرام 1040ھ ہے لیکن گورکن بپاس ادب عشرہ محرم کی 17 تاریخ کو عرس منعقد کرتے تھے۔ اس وقت دستور یہ تھا کہ نان، حلوہ، دال نخود مع گوشت پکوایا جاتا تھا۔ مزنگ اور قرب وجوار کے لوگ جمع ہوتے تھے اور ختم شریف ہوتا تھا۔ ارادت مندوں کی بہت بڑی تعداد تمام رات شب بیدار رہ کر قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرتی۔ لنگر تقسیم ہوتا اور فقراء بھی جمع ہوتے تھے۔ اول یہ دستور تھا کہ غیر شرعی لوگ یعنی جو شریعت کی پابندی نہ کرتے تھے حضرت کے مزار اقدس کے پاس نہ آنے دیتے تھے۔ بھنڈارہ صرف فقراء کا حصہ ہوتا تھا۔ جس روز سے شہسوار سجادہ نشین ہوئے بقول نور احمد چشتی چونکہ وہ بڑے شوقین آدمی ہیں۔ انہوں نے حال والے لوگ یعنی نوشاہی جو سرود سنتے ہیں جمع کرتے اور قوالیاں بھی کرواتے۔ بقول چشتی عرصہ ایک سال سے مجرا تماشہ (کنجروں کا ناچ وغیرہ) بھی شروع ہو گیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سجادہ نشین شہسوار کے زمانے میں کچھ عرصے کے لیے غیر شرعی اور بے ہودہ حرکات کو رواج دینے کی کوشش کی گئی ہو مگر یہ بھی واضح ہے کہ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکا کیونکہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی ؒ کے تصرفات روحانی ہرگز اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ ایسے عظیم المرتبت قطب وقت کی بارگاہ ہے جہاں شریعت کی سخت پابندی

ہمیشہ ان کا طرّہ امتیاز رہا ہے وہ کیسے اس نوعیت کی بے ہودہ رسوم کو جاری رکھنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ چنانچہ بعد کے زمانوں میں ایسی غیر شرعی رسوم کا کوئی سراغ نہیں ملتا بلکہ ہمیشہ ہر سال سالانہ عرس کے موقع پر قرآن خوانی اور زیادہ سے زیادہ نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا ہے جواب تک قائم ہے۔ راقم الحروف کو عرس مبارک کی کئی تقریبات میں شرکت کی سعادت نصیب ہوتی رہی ہے۔ ہر موقع پر صرف ختم شریف کا اہتمام ہوتا رہا ہے۔ جس میں مزنگ اور قرب وجوار کے بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے اور قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے حافظ حضرات بھی تشریف لاتے ہیں۔ کم از کم قیام پاکستان کے بعد وہاں کوئی غیر شرعی رسم عرس مبارک کے موقع پر دیکھنے میں نہیں آئی۔

اگر شہسوار صاحب مرحوم کے شروع کردہ خرافات قائم رہتے تو ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہتا جیسے کہ بہت سے عالی مرتبہ اولیائے کرام کے مزارات پر ایسے لوگوں نے برسوں تک یہ بے ہودہ سلسلے جاری رکھے مثلاً کسی زمانے میں کلیر شریف کا عرس مبارک ایسی غیر شرعی حرکات کے لیے پورے برصغیر میں مشہور رہا ہے مگر وہاں بھی یہ احتیاط کی جاتی تھی کہ حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ کے مزار مقدس سے کافی فاصلے پر دور یہ غیر شرعی تماشے ہوتے تھے۔ ایسے بدعتی لوگ کسی زمانے میں حضرت مخدوم داتا گنج بخش علی الہجویریؒ کے آستانۂ عالیہ سے باہر بھاٹی دروازے کے چوک میں اس قسم کے میلے سجاتے تھے اور مزار مبارک پر قرآن خوانی درود وسلام اور نعت خوانی کی محافل منعقد ہوتی تھیں۔ اسی طرح ممکن ہے حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے آستانۂ عالیہ سے دور باہر کسی کھلے میدان میں کچھ عرصے کے لیے ایسی بے ہودہ رسوم پر عمل ہوتا رہا ہو مگر کچھ عرصہ بعد یہ سلسلہ بالکل ختم ہو گیا اور اب تک شروع کے شرعی طریقے پر ہی عرس منایا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت

حضرت شیخ محمدؒ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں زیرِ تعلیم و تربیت طالبانِ حق کی تربیت مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی کی روشنی میں:

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ طالبان حق جو حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کی خدمت میں تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے اور طریقت و سلوک کی منازل طے کرنے کے لیے جمع رہتے تھے۔ ان کے سلسلے میں حضرت شیخ طاہر بندگیؒ مسلسل اپنے پیرو مرشد حضرت مجدد الف ثانیؒ سے رابطہ قائم رکھتے تھے اور تقریباً تمام اہم معاملات میں ان سے ہدایات لیتے تھے۔ اس حوالے سے یہ طالبان حق حضرت شیخ طاہر بندگیؒ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے علاوہ بالواسطہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے بھی بے پناہ انوار و برکات حاصل کرتے تھے۔ یہ ان لوگوں کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں اپنے وقت کے ایک قطب ارشاد کے علاوہ تاریخِ طریقت کی ایک عظیم ترین اور بے مثل بلند مرتبہ شخصیت یعنی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی سے بھی بالواسطہ فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ جنہیں مجدد صاحب پیار و محبت سے ملا طاہر لاہوری کے نام سے خطاب فرماتے تھے، ان کی محفلِ طریقت سے بہت بلند پایہ اولیائے کرام نے تکمیل سلوک کی سعادت حاصل کی اور حضرت کی طفیل انہوں نے بہت بلند مقامات اور روحانی مناصب حاصل کیے اور سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ کو پنجاب کے علاوہ کئی دوسرے علاقوں میں بھی نمایاں ترویج و اشاعت حاصل ہوئی۔ اس محفل سے کامل ہو کر جانے والوں نے دنیا کے کئی ممالک خصوصاً برصغیر کے کئی شہروں میں رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں اور ان علاقوں کے تاریک حصوں کو نورِ معرفت سے منور کیا۔ یہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کی عظیم خدمت ہے جسے کبھی فراموش

نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ان کا رابطہ بذریعہ خطوط اور کبھی بالمشافہ حضرت مجدد کی زندگی کے آخر تک قائم رہا۔ ویسے بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت طاہر بندگی (ملا طاہر لاہوری) کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور ان کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ کبھی کبھار خود بھی تشریف لاتے تھے۔ اگر نہ آتے تو حضرت شیخ طاہر بندگیؒ اکثر خود سرہند شریف میں حاضر ہو جاتے تھے۔ آپ سے حضرت مجددؒ کے انس و محبت کا اندازہ ان مکتوبات شریفہ سے بھی ہوتا ہے جو ہم نقل کر رہے ہیں۔ میاں خادم حسین نقشبندی مجددی مرحوم جو حضرت شیخ طاہر بندگیؒ سے بھی بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور اکثر وہاں حاضری دیا کرتے تھے انہوں نے ایک دفعہ راقم الحروف کو بتایا کہ لاہور کے ایک صاحبِ نظر بزرگ تنہا حاضری دینے کے لیے سرہند شریف تشریف لے گئے۔ مرقد مبارک پر پہنچ کر مراقب ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پہلا سوال ان سے یہ فرمایا کہ

تم لاہور سے آئے ہو کیا ہمارے ''دوست'' سے مل کر نہیں آئے؟

انہوں نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم لاہور میں آپ کے کونسے دوست ایسے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا۔ ملا طاہر لاہوری (یعنی حضرت طاہر بندگی علیہ الرحمتہ) اس واقعہ کے بعد وہ بزرگ اپنے سب ملنے جلنے والوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ جب کبھی بھی سرہند شریف حضرت مجددؒ کی بارگاہِ عظمت میں حاضری دینے کے لیے جاؤ تو سب سے پہلے لاہور میں حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا کرو کیونکہ وہ حضرت مجددؒ علیہ الرحمتہ کو بہت عزیز ہیں اور انہیں اپنا ''دوست'' ہونے کی سعادت سے بہرہ مند فرما رکھا ہے۔ یہ مکتوبات شریف جو ہم نقل کر رہے ہیں متن کے اعتبار سے کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں اس لیے بلاتبصرہ نذر قارئین کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ بنام ملا طاہر لاہوری

مکتوب 225 دفتر اول

آپ کے خطوط شریف پے در پے پہنچے۔ طالبوں کی ترقی اور ان کی التذاذ اور جمعیت کا حال پڑھ کر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ اس طریق میں نہایت ابتداء میں مندرج ہے۔ (یعنی دوسروں کی انتہا اس سلسلے کی ابتداء ہے) اس لیے اس طریقہ علیہ کے مبتدیوں کو ابتدا میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔ جو منتہیوں (یعنی انتہا تک پہنچے ہوئے) کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سوائے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کوئی فرق نہیں کرسکتا۔ پس اس لحاظ سے احوال کے حاصل ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے احوال والے کو طریقہ سکھانے کی اجازت نہ دینا چاہیے (یعنی ان کے بلند احوال کو دیکھ کر یہ اجازت نہیں دینا چاہیے کہ وہ دوسرے طالبوں کو سلوک نقشبندیہ سکھائیں) کیونکہ اس صورت میں طالبوں کے ضرر کی نسبت اس کا اپنا بڑا ضرر ہے ممکن ہے کمال کا خیال کر کے ترقی سے رک جائے یا جاہ وریاست کے حاصل ہونے سے جو مقام ارشاد کے لیے ضروری ہے فتنہ میں پڑ جائے کیونکہ اس کا نفس امارہ ابھی اپنے کفر کی حالت پر ہے اور اس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے انہیں نرمی اور محبت سے سمجھا دیں کہ اس قسم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے۔ ابھی بہت کام در پیش ہے۔ اس قسم کے احوال جو ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں ہدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں اور جو نصیحتیں مناسب سمجھیں عمل میں لائیں اور ان کے نقص پر ان کو اطلاع بخشیں اور چونکہ آپ نے ان کو اجازت دے دی ہے اس لیے طریقہ سکھانے سے انہیں منع نہ کریں شاید آپ کی توجہ کی برکت سے مقام ارشاد کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔ دوسرے یہ کہ جب آپ نے اس عظیم القدر کام کو شروع کیا ہے تو مبارک ہے۔

بس کام میں بڑی سعی وکوشش بجا لائیں اور بڑے سرگرم رہیں تا کہ طالبوں کی زیادہ

ترقی کا باعث ہو۔"

مکتوب 227 دفتر اول۔ بنام حضرت ملا طاہر لاہوری

"مکتوب شریف پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا اور یاروں کے اذکار اور حالات کا حال پڑھ کر نہایت فرحت حاصل ہوئی۔

اے بھائی! حق تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے۔ اس کا شکر پوری طرح ادا کریں اور محافظت کریں کہ کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوق کی نفرت کا باعث ہو۔

مشیخت اور ملامت

کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے۔ خلق کی نفرت اس ملامتی گروہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور مشیخت سے کچھ واسطہ نہیں ہے بلکہ ملامت کا مقام مشیخت کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دونوں مقام کو آپس میں ملا دیں اور عین مشیخت میں ملامت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔

مریدوں سے میل جول

مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی ہے اور سنت سنیہ کی تابعداری کے دعویٰ کے مخالف ہے۔

ریا اور اخلاص

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ عارفوں کی ریا طالبوں کے قلوب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتی ہے پس

ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا اور نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے اعمال بجالانے میں موجب تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے پس عارف اس لیے ریا کرتے ہیں تا کہ طالب ان کی اقتدا کریں۔ یہ ریا عین اخلاص ہے بلکہ اس خلوص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لیے ہیں اور عارفوں کو عمل کی حاجت میں بھی نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

یہ الحاد اور زندقہ ہے بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں اور اعمال بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مدنظر ہوتا ہے جو تقلید سے وابستہ ہے۔ اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں۔

قول و فعل

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانے میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے درپے ہیں کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو مقام کے منافی ہو اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے اور حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔

دوسرے یہ کہ آپ نے مشائخ کی نسبتوں کے حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا اس کی وجہ کئی دفعہ روبرو آپ سے بیان ہو چکی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں خیریت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔"

مکتوب 255 دفتر اول بنام حضرت ملا طاہر لاہوری

"آپ کا مکتوب شریف جو حافظ بہاء الدین کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔

احیائے سنت

یہ کس قدر بھاری نعمت ہے کہ محب ومخلص ہمہ تن حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور منکرہ اور نامرضیہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کے دور کرنے کے خواہاں ہوں۔

سنت وبدعت

سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ایک کا وجود دوسرے کے نقص ونفی کو مستلزم ہے۔پس ایک کو زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کو مارنے کا موجب ہے اور بالعکس یعنی بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیۂ رفع سنت کو مستلزم ہے شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا اعتبار کیا ہوگا کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنتیں حق تعالٰی کے نزدیک مقبول وپسندیدہ ہیں اوران کے اضداد یعنی بدعات شیطان کی پسندیدہ ہیں۔

آج یہ بات بدعت پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔لیکن کل ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔

حضرت مہدی کا زمانہ

منقول ہے کہ حضرت مہدیؓ اپنی سلطنت کے زمانے میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ کریں گے تو مدینہ کا ایک عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنایا ہوگا اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے دین کو ہم سے دور کر دیا ہے اور ہمارے مذہب وملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے۔حضرت مہدیؓ اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور اس کے حُسن کو سیۂ خیال کریں گے۔

نسیان فقیر پر غالب ہے معلوم نہیں آپ کا مکتوب کس کے سپرد کیا تھا تا کہ سوالوں کے

موافق جواب لکھتا۔ معذور فرمائیں گے میاں شیخ احمد قریبی دوستوں میں سے ہے چونکہ آپ کے قرب وجوار میں رہتا ہے اس لیے امید ہے کہ اس کے حق میں التفات اور توجہ کو مدنظر رکھیں گے۔

مکتوبات حضرت مجددؒ الف ثانی کے اہم نکات

حضرت مجدد الف ثانی" شیخ احمد سرہندی رحمت اللہ علیہ کے یہ تینوں مکتوبات شریف اس لیے بلا تبصرہ نقل کیے گئے ہیں کہ جب تک حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات جو آپ نے حضرت مجدد کی خدمت میں لکھے تھے، سامنے نہ ہوں تو کسی قسم کا تبصرہ مناسب نہیں کیونکہ اس صورت میں صرف قیاس اور اندازے سے نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں بہر حال کچھ باتیں نمایاں اور واضح ہیں اس لیے ہم ان مکتوبات شریف کے چند اہم نکات درج ذیل کرتے ہیں:۔

(1) "اس طریقہ علیہ (یعنی سلسلہ نقشبندیہ) کے مبتدیوں کو ابتداء میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں جو منتہیوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سوائے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کوئی فرق نہیں کرسکتا"۔

غالباً اس نکتے کی وضاحت فرمائی ہے کہ چونکہ سلسلہ نقشبندیہ کے مبتدیوں پر ایسے احوال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسرے سلاسل کے منتہیوں کے ہوتے ہیں اس لیے کسی مبتدی کو یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ وہ کامل ہوگیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اس لیے یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان کو ظاہر ہونے والے احوال کی بنیاد پر کسی مبتدی مرید کو یہ منصب نہیں دینا چاہیے کہ وہ دوسرے مریدوں کی تعلیم و تربیت کا کام کرے کیونکہ ایسی صورت میں طالبانِ حق کو تو ضرر پہنچ سکتا ہے۔ لیکن تعلیم و تربیت (طریقہ سکھانے) کرنے والے مبتدی مرید کے لیے اس میں سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ کمال تک پہنچ جانے کی غلط فہمی سے اس کی اپنی ترقی رک جائے گی اور اس سلسلے میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہوسکتی ہے۔ وہ اس کے لیے فتنے کا باعث ہوسکتی ہے کیونکہ ابھی اس کا اپنا نفسِ امارہ "کفر" کی حالت پر ہے اور اس کا تزکیہ نہیں ہوا اس لیے ان کے سپرد یہ کام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(2) مکتوب 227۔ ''کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوق کی نفرت کا باعث ہو کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے۔ خلق کی نفرت اس ملامتی گروہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور مشیخت سے کچھ واسطہ نہیں بلکہ ملامت کا مقام مشیخت کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دونوں مقامات کو آپس میں ملا دیں اور عین مشیخت میں ملامت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے''۔

اس اقتباس سے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے جب لاہور میں دعوت وتبلیغ اور اشاعتِ دین کا کام شروع کیا تو خلق کا زبردست رجوع آپ کی طرف ہو گیا اور کثیر تعداد میں طالبانِ حق اور دوسرے لوگوں نے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا شروع کر دیا۔ آپ اس زبردست رجوع خلق سے گھبرا گئے کیونکہ ایسی صورت حال میں آپ کے زہد وعبادت کے مشاغل میں بھی فرق آ گیا ہوگا۔ پھر آپ ویسے بھی خلوت پسند تھے۔ شہرت اور ناموری سے دور بھاگتے تھے۔ آپ نے یہ شکایت شاید بارگاہ مجدّد میں تحریر کی ہو اور خواہش ظاہر فرمائی ہو کہ انہیں خلق کے اجتماع سے نفرت ہے اس کے جواب میں واضح کیا گیا ہے کہ مخلوق کی نفرت ملامتی گروہ کے مناسب حال ہے جن پر دعوت وتبلیغ اور مشیخت کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس حضرت طاہر بندگیؒ قطب ارشاد کے منصب پر فائز تھے۔ اور ان پر دعوت وتبلیغ اور طالبان حق کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داریاں تھیں۔ جنہیں پورا کرنے کے لیے لوگوں سے محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آنا لازمی امر تھا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ طلب حق کے لیے آپ کے پاس آئیں چنانچہ اس سلسلے میں واضح کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اور اس نعمت کا شکر اسی صورت ادا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے فرض منصبی کو محبت وخلوص سے ادا کریں۔

(3) (لیکن اس کے ساتھ یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ) ''مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کیونکہ اس طرح تعلیم وتربیت کا عملی کام صحیح طریقے

سے نہیں ہوسکتا اس لیے افراط وتفریط سے بچ کر چلنا ضروری ہے کیونکہ بقول مجدد صاحب یہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے۔

(4) ''عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے قلوب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا، نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے اعمال بجالانے میں موجب تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔ یہ ریا عین اخلاص ہے بلکہ اس خلوص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو''۔

اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگی ؒ لوگوں اور مریدوں کی موجودگی میں زہد وعبادات کو جاری رکھنا ''ریا'' خیال فرماتے تھے اور اپنی عبادات کو دوسروں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے چنانچہ حضرت مجددؒ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی نکتے کی وضاحت فرمائی ہے کہ ایک پیر کامل واکمل کو اپنے مریدوں کے لیے نمونہ بن جانا ہوتا ہے۔ اس لیے پیر کے اعمال مریدوں کے لیے موجب تقلید ہوتے ہیں۔

(5) ''غرض قول وفعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانے میں اکثر لوگ فساد وہنگامہ کے در پے ہیں۔ کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو مقام کے منافی ہو اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے''۔

اس اقتباس سے اس زمانے کے حالات پر بڑی روشنی پڑتی ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ فرمایا گیا ہے کہ اکثر لوگ ''فساد و ہنگامہ'' کے در پے ہیں۔ یہ بہت بامعنی جملہ ہے بہرحال یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ شیخ کامل واکمل کو قول وفعل کی محافظت کرنا ہوتی ہے تاکہ شرانگیزوں کو طعن زنی کا موقع نہ ملے۔

(6) مکتوب 255۔ ''سنت وبدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کا وجود دوسرے کے نقص ونفی کو مستلزم ہے پس ایک کو زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے یعنی

نسبت کا زندہ کرنا بدعت کو مارنے کا موجب ہے اور بالعکس پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیءہ رفع سنت کو مستلزم ہے"۔

بدعات کو حسنہ اور سیءہ میں تقسیم کر کے جاری رکھنے کا مسئلہ جس طرح آج درپیش ہے غالباً اس زمانے میں بھی بڑی شد و مد کے ساتھ موجود تھا جس کی وضاحت حضرت مجددؒ نے اس مکتوب میں فرمائی ہے ان بدعات میں غالباً "رسمی میلاد شریف" کا انعقاد اور سازوں وغیرہ کے ساتھ سماع کی ایسی مجالس کا انعقاد جو سماع کی شرائط کے منافی ہیں شامل ہیں۔ اسی طرح کی دیگر بدعات بھی اس میں شامل ہیں۔ لاہور خصوصاً پورا پنجاب بالعموم ایسی بے شمار بدعات کی زد میں تھا۔ اغلب ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں ان بدعات کے بارے میں لکھا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ان بدعات کو ختم کرنے اور سنت کو قائم کرنے کے لیے پوری تندہی سے کوشاں ہیں اس کے جواب میں حضرت مجددؒ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ مکتوب شریف تحریر فرمایا ہے۔

بہر حال ان تینوں مکتوبات شریف میں حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے طریق کار دعوت اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے میں ان کی سعی و جہد اور سنت کو زندہ کرنے کی عملی کوشش کے علاوہ اس زمانے کے ماحول، حالات اور عوام الناس کے مختلف طبقات کے طرز فکر و عمل کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علہ کی طبیعت اور سیرت کے اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے جو ایک سوانح نگار کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے ایسے قطب ارشاد تھے جنہوں نے اپنے عمل اور پر خلوص مساعی سے طریقت کو نیا رخ عطا فرمایا۔ "نیا رخ" سے مراد یہ ہے کہ تجدید و احیائے دین اور قرآن و سنت کی تابعداری کو زندہ کرنے کے علاوہ تصوف و طریقت کو تمام باطل اور غیر اسلامی نظریات اور عجمی تصورات کی طرح طرح کی آلائشوں سے پاک کرنے کی غرض سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے عظیم الشان مشن شروع کیا تھا اس کو لاہور

جیسے تاریخی شہراور پنجاب کے تمام علاقوں میں بروئے کار لانے اور اس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ زندگی بھر کام کیا اور پورے خطے میں رشد وہدایت کے بے شمار چراغ روشن کیے جو قیامت تک کسی نہ کسی صورت میں ضوافشاں رہیں گے اور طالبان حق اس کی روشنی میں سلوک وطریقت کی منازل طے کرتے رہیں گے۔

اس سلسلے میں عملی جدو جہد اور کوشش کے دوران انہوں نے اتنا بلند مرتبہ ہونے کے باوجود اپنے پیر کامل واکمل سے رہنمائی حاصل کرنے اور ان کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو درخشندہ روایت قائم کی ہے اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ انہوں نے تمام علوم وفنون اور سلوک وطریقت میں یدِطولیٰ رکھنے کے باوجود تمام اہم اور ضروری مسائل میں صرف اپنی صوابدید پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ اپنے پیرومرشد ہادی ورہنما حضرت مجدّد الف ثانیؒ سے اس وقت تک رہنمائی حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جب تک آپ بقیدِ حیات رہے۔ حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ تقریباً چھ برس تک زندہ رہے اور اس عرصے میں بھی آپ نے اپنے پیرومرشد کے آستانۂ عالیہ سے بدستور رابطہ قائم رکھا حالانکہ آپ قطبیت کے جس منصب پر فائز تھے اس کی رو سے تمام فیصلے خود کرنے کے مجاز تھے لیکن انہوں نے بہت کم ایسا کیا اور اپنے مریدوں کے احوال کے سلسلے میں بھی حضرت مجدّد سے رہنمائی حاصل کرنے میں کسی تکلف اور ظاہرداری سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ اپنے پیرومرشد کی زندگی میں وہ اپنے بلند مقام ومرتبہ اور اپنی ذات کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔ یہ مرشد کامل سے محبت اور فنافی اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کی بلندی، طہارت نفس اور بندگی کے تقاضوں کی تکمیل کی یہ ایک عمدہ اور درخشاں مثال ہے۔ آپ کی سیرت کے اس پہلو پر جتنا زیادہ غور کیا جائے اتنی حیرت بڑھتی جاتی ہے کہ ایک قطب وقت جو ارشاد کے منصب سے سرفراز تھا اپنی ذات سے اس آخری حد تک بے نیاز ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی بھر کسی بادشاہ، گورنر اور

امراء و روساء کے دروازے پر نہیں گئے اور نہ انہیں اس امر کی اجازت دی کہ وہ ان کے آستانہ عالیہ تک رسائی حاصل کرسکیں۔ وہ لوگوں کے نذرانوں کو کسی صورت قبول نہ کرتے تھے اور نہ کسی قسم کی امداد دنیاوی طور پر پسند کرتے تھے۔ انہوں نے حقیقی معنوں میں فقر میں بادشاہی کی۔ اقبال نے خوب کہا ہے۔

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز ایسا وہ سپاہ کی تیغ بازی یہ نگہ کی تیغ بازی

ان کے دربار میں نگاہ کی "تیغ بازی" سے دنیائے قلوب کو تسخیر کیا جاتا تھا اور اذہان میں انقلاب عظیم برپا کیا جاتا تھا جس کا احساس آج بھی ان کے مزار مقدس پر حاضری دینے والے ان لوگوں کو شدت سے ہوتا ہے جو خلوص نیت اور محبت و ارادت کے ساتھ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔

مقام بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کو ''بندگی'' کا خطاب حضرت سکندر کیتھلیؒ قادری نے دیا تھا۔ یہ وہی حضرت سکندر کیتھلیؒ تھے جنہوں نے حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا جبہ مبارک حضرت ربانی مجددّ والف ثانی شیخ احمد سرہندی کو پہنچایا تھا جو نسلاً بعد نسل بطور امانت ان کے خاندان کی تحویل میں اس مقصد کے لیے چلا آرہا تھا کہ جب حضرت مجددّ کا ظہور ہو تو یہ امانت ان تک پہنچادی جائے۔

''بندگی'' کا مقام طریقت و معرفت میں بہت ارفع اور بلند مقام ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔

متاعِ بے بہا ہے درد و سوز و آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

بندگی سے مراد دنیا کے امراء و سلاطین کی بندگی نہیں ہے کیونکہ یہ درحقیقت نفس امارّہ کی بندگی ہے جو گدائی کے مفہوم کی ترجمان ہے۔ زمانے کی بندگی گدائی کی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ بندگی خدائی وہ بندگی گدائی یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ

(اقبالؒ)۔

ایک اور مقام پر علامہ اقبالؒ نے بندگی کا تصور نہایت خوبصورت اور دلآویز انداز میں پیش کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خدائی اہتمام خشک و تر ہے
خداوندا خدائی دردِ سر ہے

و لیکن بندگی استغفر اللہ
یہ دردِ سر نہیں دردِ جگر ہے
(اقبالؒ)

حضرت مجددؒ الف ثانی احمد سرہندیؒ نے مکتوب 110 دفتر اول میں بندگی کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

''خِلقت انسانی سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف کامل متوجہ ہونا ہے اور یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا جب تک سیّد اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل طور پر ظاہری اور باطنی تابعداری نہ کریں۔ حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ مقصود ہے وہی معبود ہے۔ غیر کی عبادت سے اسی وقت نجات ملتی ہے جبکہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ مقصود نہ رہے۔ خواہ آخرت کا مقصد اور بہشتی لذتیں اور نعمتیں ہی ہوں دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا طالب لعنت و پھٹکار کا مستحق ہے۔''

حضرت مجدد نے انسانی پیدائش کا واحد مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان بندگی کے وظائف اور ذمہ داریوں کو خلوص نیت اور کمال فکر و عمل سے ادا کرے اور اسے ادا کرنے کی دو بنیادی شرائط ہیں:

(1) حق تعالیٰ کی طرف کامل متوجہ ہونا۔

(2) اور یہ کامل توجہ حاصل ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت، سیرت و سنت کی کامل طور پر ظاہری اور باطنی تابعداری نہ کی جائے۔

درحقیقت یہ دونوں مقاصد کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی معنویت میں

مضمر ہیں۔ان دونوں شرائط کی کامل پابندی کے بغیر دنیا کا کوئی بھی بڑے سے بڑا مومن انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے بندگی کا حق ادا کردیا ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ بندگی کہنے کو تو ایک معمولی لفظ معلوم ہوتا ہے لیکن معنوی لحاظ سے یہ کسی اللہ کے بندے کا بہت ارفع و اعلیٰ مقام ہے جس کا احاطہ کرنا انسانی عقل و دانش اور فکر و تصوّر کے لیے کسی صورت ممکن ہی نہیں کیونکہ ظاہر طور پر بندہ تو ہر انسان ہے لیکن مقام بندگی کسی خوش نصیب کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سکندر کیتھلی قادری ؒ نے حضرت شیخ طاہر بندگی علیہ الرحمتہ کو یہ عظیم خطاب صِرف ان کی زہد و عبادت تقویٰ و ورع کی حالت کمال کو دیکھ کر عطا نہیں فرمایا تھا بلکہ ان کی باطن کی طہارت اور تزکیہ کے کمال کو بھی مدنظر رکھا تھا۔ان کے وجود ظاہری و باطنی کی حقیقی آرائش و زیبائش اور ان کی شخصیت عالی کی تکمیل ابتلا و آزمائش کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت و محفل میں اس وقت ہوئی جب وہ قطبیت کے مقام پر فائز فرمائے گئے اور چشم زون میں پیر کامل نے تمام مراتب عالیہ طے کرادیے تو اس وقت وہ حقیقی معنوں میں ''طاہر بندگی'' بن کر دنیا کے سامنے آئے۔حقیقت میں لقب بندگی اسی طاہر و اطہر ہستی کو زیب دیتا ہے جسے حضرت مجدّد کے انوار نے سراپا منور کردیا۔یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ حضرت مجدّدؒ کی عطا کردہ نعمتوں اور بے بہا خزانوں کے امین ہیں اور جس کسی نے بھی ان کو ''بندگی بندہ نواز'' کہا ہے ایک عظیم حقیقت اور سرِّ نہاں کا اظہار کیا ہے۔وہ بندگی ہی کیا ہے جو بندہ نواز نہیں ہے اور ہزاروں قلوب میں بندگی کے چراغ روشن نہیں کرتا۔جس کسی کو شک و شبہ ہو وہ پانچ صدیوں کا عرصہ گذر جانے کے بعد بھی صدقِ قلب اور اعتقاد و محبت کے ساتھ حاضر ہو کر اس بندہ نوازی کا نظارہ کرسکتا ہے کہ طاہر بندگی کتنے بندہ نواز ہیں۔اس کا معیار اور پیمانہ دنیوی اغراض نہیں بلکہ طریقت و معرفت کے وہ انوار و برکات ہیں جو دنیا بھر کے خزانے لٹا کر بھی حاصل نہیں ہوسکتے۔جو لوگ محض دنیوی اغراض و مقاصد کے لیے ان عالی بارگاہوں میں نیم ولی کے ساتھ صرف اس لیے حاضر ہوتے ہیں کہ ان کی دنیوی آرزوئیں جو دُنیا پرستی کے محور کے گرد گھومتی ہیں

پوری ہوں وہ ہمارے مخاطب نہیں ہیں بلکہ ہمارا روئے سخن ان طالبانِ حق کی طرف ہے جو دنیائے فانی کے فانی مقاصد سے منہ موڑ کر روحانی بالیدگی اور ترقی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ یہ وہ انمول اور غیر فانی خزانے ہیں جو ہر کس و ناکس کے نصیب میں نہیں ہوتے بلکہ ان سے وہی بہرہ ور ہوتے ہیں جو طلب حق کے راستے کے ''بے مایہ'' مسافر ہوتے ہیں۔

جن لوگوں نے غائر نظر سے حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات طیبہ اور سیرت پاک کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ کامل واکمل طور پر حق تعالیٰ کی طرف اس حد تک متوجہ رہتے تھے کہ انہیں حق تعالیٰ کے سوا کسی دوسری شے سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ رسمی پیر تو رجوع خلق کے لیے دن رات پاپڑ بیلتے رہتے ہیں اور کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کرتے کہ ہر لحظہ ان کے گرد حاجت مندوں اور اللہ کی مخلوق کا انبوہ کثیر موجود ہو مگر حضرت شیخ طاہر بندگیؒ اس سے قطعی طور پر بے نیاز بلکہ متنفر تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں اپنے مکتوب شریف میں یاد دلایا ہے کہ وہ جس منصب قطب ارشاد پر فائز ہیں اس کا بنیادی تقاضا ہے کہ وہ لوگوں سے اخلاق حمیدہ اور اخلاق محمدی کے ساتھ پیش آئیں اور ان میں محبت و آشتی کے پھول تقسیم کرتے رہا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ طالبان حق ان کی بارگاہ کی طرف رجوع کریں۔ یہ ان کا بہت بڑا مجاہدہ تھا کہ انہوں نے اپنی خلوت گزینی اور پوشیدہ زُہد و عبادت پر اپنے عظیم منصب قطبیت کے تقاضوں کو فوقیت دیے رکھی اور کوئی ان کی بارگاہ عالی سے مایوس ہو کر نہیں گیا بلکہ جو بھی حاضر ہوا بامراد ہو کر وہاں سے اٹھا۔

چنانچہ ان کا حق تعالیٰ کی طرف کامل واکمل طور پر متوجہ رہنا سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے فیوض و برکات کی وجہ سے تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض سے بھی عہدہ برا ہوتے تھے، لوگوں میں طہارتِ نفس اور تطہیر فکر و نظر کی دولت بھی جھولیاں بھر بھر کر تقسیم فرماتے رہتے تھے لیکن ان کے رجوع الی اللہ کی باطنی کیفیت میں سرِ مو فرق نہ آتا تھا۔ یہ سلسلہ نقشبندیہ کا اعجاز ہے جسے حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں جا بجا بیان فرمایا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف

ہمہ وقت دن ہو شام یا رات کی گھمبیر تاریکی، ہو اس طرح متوجہ رہتے تھے کہ کسی صاحب نظر کے بغیر کوئی ان کی اس باطنی کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تو سرتا پا حق تعالیٰ کی کامل و اکمل توجہ عالی کا مرکز تھے۔ اس کے علاوہ ہر شے سے بے نیاز تھے۔

دوسری شرط حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ و آلہ وسلم کی ظاہری اور باطنی تابعداری کا ایسا حسین و جمیل مرقع تھے کہ ان کی بیعیت اور فرماں برداری اور سنتوں کی حفاظت، قرآن و حدیث کے احکام کی متابعت اپنے زمانے میں ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ جو کوئی بھی ایک نظر ان کی طرف دیکھتا تھا حیران رہ جاتا تھا کہ قرآن و سنت کے احکام کو فراموش کرنے اور ان کی تابعداری میں پہلو تہی کرنے والے اس دور میں جبکہ دنیا پرستی ایک مذہب کی طرح لوگوں کا شعار بن چکی تھی ایک ایسی نادر ہستی کا وجود مبارک عوام الناس کے لئے ایک فقید المثال درجہ رکھتا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تبعیّت اور کامل و اکمل تابعداری اس دنیا پرست مادی دور میں ایک عظیم کرامت سے کم نہ تھی اگر چہ ان کا وجود ہی بہت بڑی کرامت تھا جو لاکھوں کرامات کا مخزن تھا۔ وہ درحقیقت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظیم نسبت نبوی کا پرتوئے جمیل تھا جس کا اظہار خود انہوں نے اپنے مکتوب میں (جو پہلے نقل ہو چکا ہے) جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت بابرکت میں لکھا گیا تھا۔ فرمایا ہے۔ یہ نسبت نبوی ایسی انمول نعمت عظمیٰ ہے جو لاکھوں اولیائے کرام میں سے کسی خوش نصیب کو عطا ہوتی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کامل تبعیّت اور کامل تابعداری عطا کرتا ہے اس کو جب چاہے اور جس طرح چاہے نسبت نبویہ کے اعزاز عالی سے نواز سکتا ہے لیکن یہ بلند ترین نسبتِ نصیب اسی کو ہوتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بے پناہ محبت اور شریعت و سنت کی مکمل مطابقت کے سانچے میں اپنی پوری ظاہری باطنی زندگی کو محض اللہ کے فضل و کرم سے ڈھالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اسی کو توجہ علی اللہ کی کامل و اکمل دولت بھی نصیب ہوتی ہے۔ یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں اور ایک دوسرے سے ناقابل شکست گہرا تعلق رکھتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اگر اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو

اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرو۔

یہ دونوں صفات عالیہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے وہ روشن پہلو ہیں جن سے کوئی بھی صاحب نظر انکار کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رب العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتھاہ محبت ان کے خمیر میں رچ بس چکی تھی۔ دونوں صفات ہر لحاظ سے کامل واکمل تھیں۔ اوران پر ان کے پیر کامل واکمل کی نگاہ کرم تھی۔ ان حالات میں ان سے زیادہ ''بندگی'' کے عظیم لقب کا اس دور میں کون حق دار ہوسکتا تھا؟ اب یہ لقب بندگی ان کے اسم مبارک کا حصہ بن چکا ہے۔ اور عوام الناس کے لیے ہر دور میں ایک ایسی پہچان ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو منتقل ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ آپ صوری اور معنوی طور پر بندگی کے صحیح عکاس اور ترجمان ہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے اس میں تعلیم ہے کہ ''بندگی'' کیسے ہوتے ہیں؟ اور کون لوگ اس لقب کے حق دار ہوتے ہیں؟ حق یہ ہے کہ حضرت محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ حقیقت میں وہ ''طاہر بندگی'' ہیں جو طہارت جسم ونفس اور بندگی کے تمام حقوق اپنی حیات طیبہ میں پورے کرتے رہے ہیں۔ خصوصاً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے بندگی کا جو معیار مقرر فرمایا ہے آپ ہر لحاظ سے اس پر پورے اترتے ہیں اس لیے بندگی آپ کے نام کے ساتھ سجتا ہے۔

مکتوب 30 دفتر اول میں آپ نے لکھا ہے۔ ''انسانی پیدائش سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے اگر ابتدا یا وسط میں عشق ومحبت عطا ہو تو اس سے مقصود ماسوائے اللہ سے اس کا قطع تعلق کرنا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا اللہ کی گرفتاری سے مکمل طور پر خلاصی پائے۔ مراتب ولایت میں نہایت کا مرتبہ بندگی (عبدیت) ہے اور اس سے اوپر کوئی مقام نہیں''۔

مکتوب 9 دفتر اول۔ مقام بندگی (عبدیت) تمام مقامات سے بلند ہے۔ محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں۔ بندگی میں لذت حاصل ہونا اور انس پکڑنا محبوبوں کے ساتھ

مخصوص ہے۔ محبوں کا انس محبوب کے مشاہدہ میں ہے محبوبوں کا انس محبوب کی بندگی میں اور جس کو اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت عنائت فرماتے ہیں اور اس وسیلے اس کو بلند درجہ میں لے جاتے ہیں۔

قطب ارشاد کا مقام ومرتبہ اور عظمت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کمال فضل وکرم سے سیّدنا ومولانا خواجہ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے وسیلے سے قطب ارشاد کے منصب جلیلہ پر فائز فرمایا تھا۔ حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو متحدہ پاک و ہند کے سب سے اہم اور بابرکت شہر لاہور میں قیام فرمانے کا حکم دیا تھا۔ حضرت مجدّد کے زمانے میں لاہور کو "قبتہ الاسلام" کہتے تھے۔ اور خود حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ نے لاہور کو برصغیر کے تمام شہروں میں "قطب ارشاد" کا درجہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس شہر کے انوار وتجلیات ربانی پور سے برصغیر پر محیط ہیں۔ کیسا عجیب معاملہ ہے کہ برصغیر ہند کے تمام شہروں میں "قطب ارشاد" کا مقام عظیم رکھنے والے شہر لاہور میں اپنے عہد کے عظیم قطب ارشاد سیدنا ومولانا حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کو مقیم فرمایا تا کہ آپ کے جلو میں نازل ہونے والے انوار ربانی پورے ملک خصوصاً سارے پنجاب کو منور وتاباں کرسکیں۔ اس سے آپ کی روحانی عظمت وجلالت اور شان وشوکت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے اس عظیم منصب کی وضاحت اپنے مکتوبات شریف میں ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ مکتوب 260 دفترِ اول میں فرماتے ہیں۔ "قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے۔ بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے بہت سے قرنوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے اور عالم تاریک اس کے نور سے منور ہوتا ہے اور اس کی ہدایت وارشاد کا نور محیط عرش سے لے کر مرکز فرش تک تمام جہان پر محیط ہوتا ہے اور جس کسی کو رشد وہدایت اور ایمان ومعرفت کا حصول ہونا ہوتا ہے اسی کے

ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس سے مستفادہ ہوتا ہے۔ اس کے وسیلے کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے اور وہ گویا دریائے منجمد ہے اور ہرگز حرکت نہیں کرتا۔

اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے۔ یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے تو توجہ کے وقت گویا طالب کے دل میں ایک روزن کھل جاتا ہے اور اسی راہ سے توجہ و اخلاص کے موافق اس دریا سے سیراب ہوتا ہے ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے۔ انکار سے نہیں۔ بلکہ اس کو پہچانتا نہیں ہے۔ اس کو بھی یہ افادہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور زیادہ ہے لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے اگر چہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔ یہی انکار و آزار اس کے حصول فیض میں مانع ہو جاتا ہے بغیر اس امر کے کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اس کے ضرر کا قصد کرے کیونکہ ہدایت کی حقیقت اس سے مفقود ہے وہ صرف رشد کی صورت ہے اور بے معنی صورت کچھ فائدہ نہیں دیتی اور وہ لوگ جو اس عزیز کے ساتھ محبت اور اخلاص رکھتے ہیں اگر چہ توجہ مذکور اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں لیکن فقط محبت ہی کے باعث رُشد و ہدایت کا نوران کو پہنچ جاتا ہے۔" (مبداء معاد)

ایک دوسرے مکتوب شریف میں (256 دفترِ اول میں) مزید وضاحت یوں فرمائی ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تابعداری کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں۔ یہ دونوں (قسم کے) بزرگ اس کمال کے نفسِ حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے

تعلق رکھتے ہیں اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو صرف ان کے کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں۔

یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالات ظلّیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت قطب مدار کا منصب ہے گویا یہ دونوں مقامات جو تحت میں ہیں ان دونوں مقامات کے جو اوپر ہیں ظلّ ہیں۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب ہے۔ ان کے منصب غوثیت منصب قطبیت سے الگ کوئی منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے بلکہ اس کے روزگار (امور) کا معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اسی سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار حکمی ہیں اسی واسطے صاحب ''فتوحات مکیہ'' نے لکھا ہے کہ مومنوں اور کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔ جاننا چاہئے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لیے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو اور اپنی خدمت (فرائض) سے مطلع ہو اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ کہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔''

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف اور ''مبداء و معاد'' کے مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح طور پر مندرجہ ذیل حقائق اخذ ہوتے ہیں: -

(1) قطب ارشاد کمالات فردیہ کا مجموعہ ہوتا ہے۔

(2) بہت عزیز الوجود اور نایاب ہوتا ہے۔

(3) بے شمار قرنوں اور زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

(4) عالم تاریک کو اپنے نورِ رُشد و ہدایت سے منور کرتا ہے۔

(5) اس کی ہدایت وارشاد کا نور محیط عرش سے مرکزِ فرش تک تمام دنیا پر چھایا ہوتا ہے۔

(6) ہر کسی کو رشد و ہدایت کا نُور اور ایمان و معرفت کا حصول اسی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

(7) اس کے وسیلے کے بغیر کوئی اس دولت (گنج گراں مایہ) کو نہیں پا سکتا ہے۔

(8) اس کے نُورِ ہدایت نے تمام دنیا کو گھیرا ہوتا ہے۔

(9) ہر وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسی راہ سے توجہ واخلاص کے موافق سیراب ہوتا ہے۔

(10) جو شخص نہ پہچاننے کی وجہ سے ذکر الٰہی کرتا ہے لیکن منکر نہیں اسے بھی استفادہ ہوتا ہے۔

(11) جو منکر ہے ذکر الٰہی کے باوجود رُشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہتا ہے۔

(12) اگر وہ بزرگ کسی وجہ سے آزردہ ہے تب بھی محرومی اس کی قسمت میں ہوتی ہے۔

(13) جو لوگ اس قطب ارشاد سے محبت اور اخلاص رکھتے ہیں اگرچہ توجّہ اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں صرف محبت کی بدولت رشد و ہدایت کا نور ان تک پہنچ جاتا ہے۔

(14) کمالات ظلیہّ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔

(15) قطب کو اس کے اعوان و انصار (غوث ابدال وغیرہ) کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔

تشریح

(1) تشریح ان نکات کی یہ ہے کہ قطب ارشاد ان تمام روحانی کمالات کا حسین وجمیل مجموعہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی مقبول بارگاہ بندے میں ودیعت ہو سکتے ہیں یعنی اس کی

ذات میں تمام کمالات روحانی جمع ہوتے ہیں۔ورنہ وہ ہدایت و ارشاد کے منصب عظیم کے تقاضوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔اس لیے کسی ناواقف کواس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس قطب ارشاد کے پاس کچھ ہے اور کچھ نہیں ہے ان کے خزانے میں ہر قسم کی دولت موجود ہوتی ہے۔رسالہ تہلیلہ (ترجمہ حافظ رشید احمد ارشد کے مطابق وہ صوفیائے کرام جو اللہ کے دوست اور صاحب کشف اور شمع نبوت سے نور حاصل کرتے ہیں زمین ان کے سہارے قائم ہے اور ان کے فیوض و برکات سے اہل زمین پر نزول رحمت ہوتا ہے۔ان ہی کی وجہ سے لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے ان ہی کی بدولت ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

(2) قطب ارشاد بہت عزیز الوجود اور نایاب ہوتا ہے یعنی یہ عام و خاص اولیائے کرام کی طرح نہیں ہوتا۔اس کا وجود مقدس بارگاہ الٰہی میں بے حد عزیز ہوتا ہے اور انہیں محبوبیت کی رحمتوں کے سائے میں پروان چڑھایا جاتا ہے۔مخصوص انداز میں دنیا کے اندر ان کی تعلیم و تربیت کی تکمیل ہوتی ہے اور دوسروں سے ہر لحاظ میں منفرد اور مختلف ہوتا ہے۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسے اور اس کی روحانی عظمت کو مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کے لیے ایسے احوال و واقعات سے گذارا جاتا ہے جو اہل دنیا کی عقل و دانش سے بالاتر ہوتے ہیں۔اور بے وقوف لوگ صرف اس کے ظاہری پہلو کو دیکھ کر حجاب در حجاب کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایسے غلط معنی اخذ کرتے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔

اس کی عظیم ہستی اس لیے نایاب ہوتی ہے کہ وہ دوسرے اولیاء کرام سے بہت مختلف ہوتے ہیں اور ان کی مثال تلاش کرنا کسی کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔وہ واقعی نادر الوجود ہوتے ہیں۔

(3) اقبالؒ نے خوب فرمایا ہے۔

عمر ہا کعبہ و بت خانہ می نالد حیات   تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بیروں

نرگس کی آنکھ سے انہیں دیکھا کرے کوئی

ازل سے یہ سنت الہیہ رہی ہے کہ جب کوئی قوم کفر و الحاد اور انتہائی بد اعمالیوں کے

اندھیرے کے تحت الثریٰ میں گر کر خالق ارض وسما کو بھول جاتی تھی۔ بداخلاقیوں اور خواہش کے مظاہرے اس قوم کے مرد وزن کے لیے منصب کا درجہ حاصل کر لیتے تھے تو مشیت الٰہی اس قوم میں کوئی نہ کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث فرما دیتی تا کہ انہیں اندھیروں سے نکال کر رشد وہدایت کے نور کی طرف بلائے۔

پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا کیونکہ ان کے بعد کوئی بھی رسول یا پیغمبر مبعوث نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ خاتم النبیّن اور ختم الرسل النبیّن تھے۔ ان کی شریعت اور ان پر نازل ہونے والی کتاب برحق یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ قیامت تک کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے لے لیا تھا کہ وہ خود قرآن کریم اور شریعتِ محمدی کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ تاریخ کے ہر ایسے تاریک اور اندھیرے دور میں کوئی نہ کوئی غوث الاعظم غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندیؒ جیسی جلیل القدر اور نادرالوجود ہستیاں اپنے اپنے دور میں مجدّد وقت کے فرائض کی تکمیل کے لیے عالم وجود میں آتی رہیں اور قرآن وسنت اور شریعت کا احیاء اور تجدید واحیائے دین کا کام جاری وساری رہا۔ اسی لیے حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بے شمار زمانوں اور کئی قرنوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

صدیوں کے الٹ پھیر کے بعد جب ایک مرتبہ پھر اُمّتِ محمدیہ کفر وزندقہ، الحاد، شرک اور دنیا پرستی کے اندھیروں میں ڈوب کر رہ گئی اور اخلاق حسنہ کی تمام اقدار کا حلیہ مسخ ہو کر رہ گیا تو ضرورت تھی کہ ان تاریکیوں کو نور ربانی سے بدلنے کے لیے کوئی مجدّدِ وقت معرضِ وجود میں آئے، چونکہ قرب قیامت کا زمانہ قریب سے قریب تر آ رہا تھا اس لیے خداوند قدوس نے حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندی کو دوسرے ہزار سال کے لیے مجدّد الف ثانی کا منصب عطا فرما کر ظاہر کیا اور انہیں ''قیومیت'' کی خلعتِ فاخرہ پہنا کر دنیائے تاریک کو رشد وہدایت کے نور سے منور کر دیا۔ انہوں نے اپنی حیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت کی تعمیل میں

سیدنا حضرت خواجہ شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کو قطب ارشاد کا عظیم منصب عطا کر کے لاہور ایسے اہم اور مرکزی شہر میں متعین فرمادیا کیونکہ حکمِ ربانی یہی تھا چنانچہ بے شمار زمانوں اور کئی قرنوں کے بعد سیدنا حضرت خواجہ شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ لاہور میں رونق افروز ہوئے اور صدیوں کی پھیلی ہوئی اخلاقی اور روحانی آلائشوں اور گندگی کو ختم کرنے کے لیے خلوص ومحنت سے کام شروع کردیا۔ اپنے کامل و اکمل پیرومرشد حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق لاہور کی قسمت بدل ڈالی۔ تجدید واحیائے دین کے لیے انتھک محنت کی۔ شریعت محمدی اور سنتوں کو زندہ کرنے کے لیے وہ سب کچھ کیا جو ایک قطب ارشاد کی حیثیت سے آپ کے ذمہ تھا۔ چنانچہ ان کی جدوجہد اور سعی وکوشش کی بدولت بالخصوص لاہور اور بالعموم پنجاب کے تاریکی میں ڈوبے ہوئے درو بام کو رشد وہدایت کے نور سے ایک بار پھر سحر بداماں کردیا۔ اس خطے کے عوام ان کے اس عظیم احسان کو کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔

(4) انہوں نے جس طرح عالمِ تاریک کو اپنے نورِ رشد وہدایت سے منور کیا اسے آج کے مادہ پرست دور میں محسوس نہ کیا جائے تو الگ بات ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ خواجہ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خطے کے طول وعرض میں رشد وہدایت کے اتنے سدا روشن رہنے والے چراغ روشن کردیے کہ پوری فضا انوارالٰہی سے جگمگا اٹھی حتیٰ کہ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ جو مرید وخلیفہ حضرت مجدّد الف ثانی ؒ کے تھے آپ کی عظمت کا شہرہ سن کر انتہائی محبت اور عقیدت سے حاضرِ خدمت ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی۔ ان کے پیروکاروں کی کثرت اور ہمہ گیر شہرت نے شہنشاہ ہند شاہجہان کو لرزہ براندام کردیا اور اسے خدشہ پیدا ہوگیا کہ حضرت آدم بنوری اتنی زبردست طاقت سے کہیں اس کی حکومت کا تختہ نہ الٹ دیں۔ یعنی تقدیر الٰہی نے پھر وہی واقعہ دہرایا جو حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے ساتھ خالص سیاسی وجوہ کی بنا پر پیش آیا تھا اور آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند رہنا پڑا۔ جب وہاں سے رہا ہوئے تو شہنشاہ جہانگیر نے صحبت اور رفاقت کے بہانے آپ کو لشکر سرکاری سے

وابستہ کرلیا تا کہ اس کی نگاہوں کے سامنے رہیں مگر انہوں نے عملی طور پر ثابت کردیا کہ ان کا مقصد حکومت نہیں بلکہ شریعت اور قرآن کی بنیادوں پر تعمیر ملت ہے۔ اسی طرح حضرت آدم بنوریؒ کو مشورہ دیا گیا کہ وہ حجاز تشریف لے جائیں چنانچہ فتنوں کا راستہ بند کرنے کے لیے آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے اور زندگی کے آخری سانس تک دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رہے۔ وہیں وصال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی اس بے پناہ مقبولیت عامہ میں حضرت سیدنا شیخ خواجہ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہات اور تصرف کا بڑا دخل تھا۔ وہ جب حجاز مقدس تشریف لے گئے تو اس وقت لاہور میں مقیم تھے اور حضرت طاہرؒ بندگی کے ہاں برابر حاضری دیتے رہتے تھے۔

(5) اس امر کی تصدیق خود حضرت مجددّ الف ثانیؒ نے فرمائی ہے کہ قطب ارشاد کی حیثیت سے ان کے ارشاد و ہدایت نُور کا محیط عرش سے مرکز فرش دنیا پر چھایا رہتا تھا۔ آج تقریباً پانچ صدیاں بعد کون اندازہ کرسکتا ہے کہ محیطِ عرش سے مرکز فرشِ دنیا تک انوار وتجلیات ربانی کا کیا عالم تھا اور کس طرح اس خطے کے در و بام ہر لحظہ مُنور و تاباں رہتے تھے۔ بہر حال یہ جلوہ آج بھی موجود ہے صرف دیکھنے والی آنکھ کی ضرورت ہے۔ ان کے مرقد منور سے لے کر محیط عرش تک اور فرش دنیا کے مرکز تک رشد و ہدایت کا یہ نور آج بھی اسی طرح جلوہ فگن ہے کیونکہ حضرت خواجہ شیخ طاہر بندگی رحمۃُ اللہ علیہ اللہ کے ان عظیم دوستوں میں سے ہیں جو آج بھی زندہ ہیں صرف ہماری نگاہیں انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں کیونکہ سر کی ان آنکھوں میں اس نور مجسم کی جھلک برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

(6) حضرت مجددّ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول برحق ہے کہ ہر کسی کو رشد و ہدایت کا نور ایمان اور معرفت صرف ان کے وسیلے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ قطب ارشاد تھے اور ان گنج ہائے گرانمایہ کے مالک تھے۔ یہ بات صرف ان کی حیات ظاہری تک محدود نہ تھی۔ ان کی موجودگی میں یہ انمول دولت طالبان حق میں نہایت فیاضی اور دریا دلی سے تقسیم ہوتی تھی اور آج بھی جو طلب صادق لے کر جاتا ہے وہ اپنی جھولی بھر کر واپس آتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ آج کے مادہ پرست دور

میں اس دولت کے طلب گار شاید لاکھوں ہزاروں میں چند ہوں کیونکہ ہم آج جس دور سے گزر رہے ہیں یہ دنیا پرستی کا دور ہے اور خدا پرستی صرف برائے نام رہ گئی ہے تقریباً ہر دنیا دار اور دنیا پرست اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ بس جو کچھ ہے یہی دنیا اور اس کے تقاضے ہیں آخرت کا تصور بہت دھندلا چکا ہے اور شاید ہی کوئی سوچتا ہو کہ جس دنیا کی پوجا کر رہے ہیں وہ فانی ہے اور اس کی ہر شے اور تمام رشتے ناطے فانی ہیں۔ میانی میں بکھری ہوئی لاکھوں قبریں جن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اس حقیت کی شاہد عادل ہیں کہ ہر انسان کی آخری منزل یہی تاریک اور اندھیرا گڑھا ہے مگر کوئی حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس کے چاروں طرف بکھری ہوئی پختہ، نیم پختہ، ویران اور شکستہ قبروں سے عبرت حاصل نہیں کرتا۔ مزار مقدس پر حاضر ہونے والوں کی اکثریت آج بھی اسی جنس دنیا کی طلب گار نظر آتی ہے اور ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ مر کر ان تاریک قبروں میں مدفون ہیں اور ہو رہے ہیں صرف ان کو مرنا تھا حالانکہ موت ہر ذی روح کے سر پر منڈلا رہی ہے اور کوئی نیک و بد اس کی بے ڈھب گرفت سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ نہ آج رہ سکتا ہے۔ اور نہ آئندہ رہ سکے گا۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ان ہی تاریک اور ہولناک قبروں میں ان کے ہاتھوں دفن ہونا ہے۔ جن کی محبت میں وہ دنیا بھر کے گناہوں کا ارتکاب کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ وہی بیٹے، بھائی باپ اور خونی رشتہ دار بدن کے کپڑے تک اُتار کر اور کفن میں لپیٹ کر ان تاریک قبروں میں منوں مٹی کے ڈھیر کے نیچے دفن کر کے یوں چلے جاتے ہیں جیسے کسی دہشت ناک چیز سے جان چھڑا کے جا رہے ہیں۔ اس فانی دنیا کے تمام سامان اور رشتے بھی فانی ہیں۔

اول و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا، سب کچھ فنا ہوتا چلا آیا ہے اور اسی طرح فنا ہوتا رہے گا۔

(7) حقیقت یہ ہے کہ اس فانی دنیا سے آگے جو ابدی دنیا ہے وہی ہر انسان کا وطن حقیقی ہے اور وہاں سرخرو ہونے کے لیے رشد و ہدایت کی زندگی دنیا میں درکار ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ انسان یہاں بوتا ہے وہی آخرت میں کاٹے گا۔ اس دنیا کے نیک و بد اعمال ہی اصل

بنیاد ہیں جن پر فیصلہ ہوگا۔ نیک اعمال کمانے کے لیے دنیا میں رشد و ہدایت کے درخشندہ راستے کی ضرورت ہے جو بقول حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ کوئی قطب ارشاد کے وسیلے کے بغیر نہیں پا سکتا۔

(8) قطب ارشاد کے نور ہدایت نے تمام جہان کو گھیرا ہوتا ہے اور یہ نور ہمیشہ جلوہ فگن رہتا ہے اس لیے رشد و ہدایت کے نور سے مستفید ہونے کے لیے ان عالی بارگاہوں میں دامن طلب دراز کرنا ہی سعادتوں کا باعث ہے۔ جو چاہے اپنے خلوص طلب کی بدولت حاضر ہو کر جھولی بھر لے۔

(9) جو خوش نصیب لوگ بھی اس قطب ارشاد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ اپنی توجہ اور اخلاص کے موافق یقیناً اسی طرح سیراب ہوتے ہیں جس طرح ان کی حیات ظاہری میں سیرابی حاصل کرتے تھے صرف خلوصِ نیت اور خلوصِ عمل کی شرط ہے۔

(10) اگر کوئی شخص ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہچانتا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔ تو ان کے نور ہدایت کی وجہ سے وہ بھی فیض یاب ہوتا ہے بشرطیکہ وہ منکر نہ ہو۔

(11) اور جو ان کے مقام و مرتبہ کا منکر ہے اگر وہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور اس کی عبادت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

(12) اگر قطب ارشاد کسی سے آزردہ ہے خواہ انکار اور بے ادبی کی وجہ سے ہو یا اور کسی ایسی ہی وجہ آزردگی کا باعث ہو تو اس کی قسمت میں ابدی محرومی لکھ دی جاتی ہے اس لیے طالبان حق کو ان آستانوں پر حاضری دیتے وقت ادب و احترام اور خلوص نیت کا مکمل اہتمام رکھنا چاہیے۔

(13) جو لوگ قطب ارشاد سے دلی محبت رکھتے ہیں اور اخلاص مند ہیں اگر وہ ذکر الٰہی اور توجہ سے خالی ہوں تو صرف محبت کی بدولت رشد و ہدایت کا نور ان کے قلوب کو منور کر دیتا ہے۔

(14) قطبِ ارشاد کا منصب امامت کے مناسب ہے یعنی وہ امام وقت بھی ہوتا ہے اور اس کی اتباع ہر شخص پر لازم ہے۔

(15) اپنے اعوان و انصار کی رعایت سے قطب ارشاد کو قطب الاقطاب بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کئی غوث اور ابدال وغیرہ اس کی مدد کے لیے مامور ہوتے ہیں۔

قطب ارشاد حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت

جیسا کہ پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے کہ جو لوگ اس قطب ارشاد سے محبت اور اخلاص رکھتے ہیں اگر چہ توجہ اور ذکرِ الٰہی سے خالی ہوں صرف محبت کی بدولت رشد و ہدایت کا نور ان تک پہنچ جاتا ہے۔

رشد و ہدایت کے اس نور کی یہ کارفرمائی ہوتی ہے کہ ان کے قلوب ذکر الٰہی سے آباد ہو جاتے ہیں اور باطن کی تاریکی اس نور کی بدولت بتدریج زائل ہو جاتی ہے اور توجہ کی دولت سے باطن مالا مال ہو جاتا ہے۔ طبیعت خود بخود شریعت کی پابندی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور محبت کرنے والے کی پوری زندگی آہستہ آہستہ قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ یہی محبت کا حاصل اور ثمر ہے اور یہی محبت کا تقاضا ہے یہی وہ دولت ہے جو رشد و ہدایت کے نور کی بدولت حاصل ہوتی ہے اور نور سے باطن کی تاریکی سپیدۂ سحر میں ڈھل جاتی ہے۔

حضرت خواجہ شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت اور اخلاص درحقیقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت اور اخلاص ہے اور حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے محبت صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور اخلاص ہے اور ان سے محبت اور اخلاص اللہ تعالیٰ سے محبت ہے جو ایک مومن کا مقصدِ حیات ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کا انکار درحقیقت سب کا انکار ہے کیونکہ جس بدنصیب نے اللہ کے عظیم دوست اور قطب ارشاد کا انکار محض تعصب اور عقل و دانش کے دیوالیہ پن سے کیا اس نے رشد و ہدایت کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہٰ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(اقبالؒ)

کیونکہ رشد و ہدایت کی حقیقت کا دوسرا نام محبت اور عشق ہے اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

عقل و دل نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق عشق نہ ہو تو شرع ودیں بتکدۂ تصوّرات
صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق معرکہء وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اگر زندگی اس عشق و محبت کے جوہر سے خالی ہے تو ''شرع و دین'' بھی محض تصورات کے بت خانے ہوتے ہیں۔ جن میں شرع و دین کے پردے میں انسان اپنی ذات اور خواہشات نفس کی پوجا میں مصروف رہتا ہے اور اپنے فکر و ذہن کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پرستش میں مصروف ہے حالانکہ وہ صرف اپنے نفس اور اپنی ذات کی پرستش میں مصروف رہتا ہے کیونکہ ہوس سینوں میں چھپ چھپ کر بنالیتی ہے تصویریں۔ یہ تصویریں اس کے اپنے ہی تراشے ہوئے بُت ہوتے ہیں اور اسی بت کدے میں اس کی زندگی بسر ہو جاتی ہے۔ اس طلسمِ خواہشات نفس سے اگر نجات ملتی ہے تو صرف عشق و محبت کے اعجاز سے ورنہ موت تک انسان اسی خود فریبی میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ سے محبت اس کے رسول مقبول اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اللہ کے عظیم دوستوں سے محبت کی بدولت عطا ہوتی ہے کیونکہ وہ عشق و محبت کے گنج ہائے گراں مایہ کے سب سے بڑے امین ہوتے ہیں اور قاسم نعمت یعنی قاسم محبت ہوتے ہیں اور اس نعمت کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ یہ نعمت اولیاء اللہ کے خزانوں میں ہوتی ہے اور ان کے منکرین ہمیشہ اس دولت سے محروم رہتے ہیں۔ عشق و محبت سے محرومی بالآخر انہیں بارگاہ صمدیت سے کوسوں دور کر دیتی ہے۔

اسی حقیقت کو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اس قطب ارشاد سے محبت اور اخلاص رکھتے ہیں اگر چہ توجہ اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں صرف محبت کی بدولت رشد و ہدایت کا نور ان تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی نور دنیائے قلب کی اندھیری رات کو سویرے میں بدل دیتا ہے۔

اس پس منظر میں اگر یہ کہا جائے کہ قطب ارشاد حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ

سے محبت اور اخلاص کی بدولت رشد و ہدایت کا جو نور انسان تک پہنچتا ہے وہی حاصل زندگی ہے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔ ذکر و فکر اور توجہ کے مرحلے بعد میں خود بخود طے ہو جاتے ہیں اور اس محبت کے اعجاز سے زندگی روحانی طور پر دامن گلفروش بن جاتی ہے۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ قطب ارشاد ہیں اور روحانی طور پر ہمیشہ قطب ارشاد کے بلند مرتبے پر فائز رہیں گے۔ ظاہری زندگی میں وہ رشد و ہدایت جسمانی طور پر فرماتے تھے اور روحانی انداز میں اپنے بے پناہ تصرّفات کے ذریعے رشد و ہدایت کی حقیقت یعنی اللہ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے خزانے طالبان حق میں تقسیم فرماتے ہیں۔ جو لوگ صرف ان سے چھپی اور والہانہ محبت اخلاص کے ساتھ کرتے ہیں خواہ اور کچھ نہ کرتے ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ یہ محبت حقیقی اور پرخلوص ہو تو ان کے رشد و ہدایت کا نور عشق و محبت کے سانچے میں ڈھل کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیتا ہے۔ شرع و دین پھر بتکدہ نہیں رہتا بلکہ کعبۂ تقدیس بن جاتا ہے اور محبت اتنی ہمہ گیر ہو جاتی ہے کہ اتباع شریعت اور دین کی مخلصانہ پابندی زندگی کو سدا بہار بنا دیتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قطب ارشاد حضرت خواجہ سیدنا شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ سے پرخلوص محبت ایک ایسا انعام ربانی ہے جسے دنیا بھر کے مادی خزانے دے کر بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ جو اس عظیم المرتبت ہستی سے محبت کرتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ اس کی آبیاری اپنے خون جگر سے کرتے ہیں وہ بے سروسامان ہو کر بھی دنیا پر حکومت کرتے ہیں اور یہ محبت زندگی اور آخرت میں قندیل نور بن کر ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔ جس سے قبر کے اندھیرے بھی روشن ہو جاتے ہیں۔ محبت شرط ہے، رسمی نہیں بلکہ حقیقی اور پرخلوص محبت ایک روز عشق کا روپ دھار کر تسخیر عالم کے قابل بنا دیتی ہے۔

حضرت خواجہ شیخ محمد طاہر بندگی اور نسبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گذشتہ صفحات میں ہم ایک اہم مکتوب نقل کر چکے ہیں جو حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کامل واکمل پیر ومرشد حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت جلیلہ میں تحریر فرمایا تھا اور جسے "تذکرہ مجددیہ" میں نقل کیا گیا ہے اس میں آپ نے آخر میں تحریر فرمایا ہے:-

"اکثر مقامات بندہ درنسبت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می باشد وبسیار خوش می آید ومطلوب فقیر ہم غیر ازیں نیست کہ عین نسبت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم زیادتی وترقی گرد"

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں "اکثر اوقات بندہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میں اپنے آپ کو پاتا ہے جس سے بے اندازہ خوشی محسوس ہوتی ہے اور فقیر کا مطلب اس کے سوا اور کچھ ہے بھی نہیں کہ عین نسبت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زیادتی اور ترقی ہو"۔

اس عظیم نسبت کی بلندی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے خصوصی دعا والتجا کر کے اللہ تعالیٰ سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کو نسبت محمدی میں سرفراز کرایا تھا جو غالباً ولایت میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قطب الاقطاب حضرت داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کو بھی نسبتِ محمدی حاصل تھی۔

ولایت کے درجات

(مکتوب 260 دفتر اول) ولایت کا ایک درجہ حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔

ایک درجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور حضرت نوح علیہ السلام بھی اس میں مشارکت رکھتے ہیں۔

ایک درجہ موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے۔

ایک درجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے۔

سب سے بلند اور آخری درجہ خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم ہے۔ یہی وہ درجہ ہے جس کی طرف حضرت سیدنا شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت اشارہ فرمایا ہے۔

ولایت محمدی

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں متعدد مقامات پر اس کی تشریح فرمائی ہے۔ مکتوب 135 دفتر اول میں فرماتے ہیں:۔

ولایت خاصہ سے مراد صلاحیت محمدی ہے کہ جس میں فنا اتم اور بقا اکمل ہے اور جو شخص اس عظیم نعمت سے مشرف ہوا اس کا بدن اطاعت کے لیے نرم ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لیے کھل جاتا ہے اور نفس مطمئن ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا مولیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اس کا دل دلوں کو پھیرنے والے کے لیے صحیح سلامت ہو جاتا ہے اور اس کی روح پورے طور پر حضرت صفات لاہوت کے مکاشفہ کی طرف پرواز کرتی ہے اور اس کا سر شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ ساتھ مقام مشاہدہ تک پہنچ جاتا ہے، اس مقام میں تجلّیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اس کا خفی کمال منزّہ اور تقدّس و کبریا کے باعث متحیّر ہوتا ہے۔

اس کے اخفیٰ کو بلا تکلف و بلا مثال اتصال حاصل ہوتا ہے اور وہ بات جس کا جاننا ضروری ہے یہ ہے کہ ولایت خاصہ محمدی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عروج ونزول کے دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مرتبوں سے متمیّز ہے لیکن عروج کی طرف اس وجہ سے کہ اخفیٰ کا فنا و بقاء دونوں اس ولایت خاصہ سے مختص ہیں اور باقی ولائتوں کا عروج فقط خفیٰ تک ہے''۔

(مکتوب 95 دفتر سوم) ''وہ کاروبار جو اس مخصوص ولایت سے وابستہ ہے اگر تھوڑا سا بھی ظاہر کیا جائے یا وہ معاملات جو ان دونوں ولائتوں (یعنی ولایت ابراہیمی اور ولایت محمدی)

کے متعلق اس اگر اشارہ کے طور پر بھی ان کا کچھ بیان کیا جائے تو رگِ حلقوم کاٹ دی جائے۔

جب حضرت ابو ہریرہؓ نے بعض علوم کے اظہار میں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کیے تھے "قطع البلوم" کہا تو پھر اوروں کی نسبت کیا کہنا ہے۔ یہ حق تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار ہیں جو اپنے اخص خواص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے اور نا محرم کو ان کے قریب نہیں پھٹکنے دیتا۔ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال معرفت وقدرت سے ان اسرار کو حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کے سامنے بیان فرمایا اور ان سننے والوں کی قابلیت اور استعداد سمجھ کر ان بیش قیمت اور نایاب موتیوں کو ان پر تصدق فرمایا"۔

حقیقت محمدی

(مکتوب 121 دفتر سوم) "حقیقت محمدی تمام حقائق کی جامع ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق بھی کہتے ہیں اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزاء کی طرح ہیں یا جزئیات کی طرح کیونکہ اگر محمدی المشرب ہے تو سالک کی حقیقت اس کلی کے لئے جزئی کی طرح ہے اور اس پر محمول ہے۔ محمدی المشرب کے سوا کسی غیر کی حقیقت اس کل کے لئے جزو کی طرح ہے اور اس پر غیر محمول ہے"۔

(مکتوب 122 دفتر سوم) "حقیقت محمدی جو ظہور اوّل اور حقیقت الحقائق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حقائق کی انبیاء کرام کے حقائق اور کیا ملائکہ عظام کے حقائق سب اس کے ظلال کی مانند ہیں اور وہ تمام حقائق کا اصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اوّل اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا اور مومن میرے نور سے پس وہ حقیقت باقی تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ کے بغیر کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کے ہر فرد سے افضل ہیں۔ اسی طرح کل ہونے کی حیثیت سے کل سے افضل ہیں اس لیے کہ اصل کو اپنے ظل پر فضیلت ہے"۔

(مکتوب 94 دفتر سوم) ''جس طرح تعین اول ولایت خلیلی کا منشاء ہے وہ سرّ ونشاء جو اس تعین اول کے مرکز دائرہ میں رکھا ہوا ہے۔ ولایت محمدی کا منشاء ہے۔ وہ ذاتی حسن و جمال کا جس کا ظل تعین اوّل ہے صباحت سے مشابہت رکھتا ہے اور وہ سرّ ونشاء جو مرکز میں امانت رکھا ہے ملاحت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ یہ ایک ذوقی امر ہے جب تک ذوق حاصل نہ ہو وہ اس کو نہیں پاسکتے۔ (اس سے) دونوں ولائتوں کے درمیان فرق معلوم کر سکتے ہیں۔ اگر چہ دونوں حضرت ذات تعالیٰ کے قرب سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایک کا مرجع ذات کے کمالات ہیں اور دوسرے کا معاد صرف ذات تعالیٰ۔ چونکہ ملاحت صباحت سے برتر ہے اس لیے صباحت کے مراتب طے کرنے کے بعد ملاحت تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب تک ولایت ابراہیمی کے تمام مقامات تک وصول میسّر نہ ہو ولایت محمدی کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتے''۔

یہ ولایت محمدی اور حقیقت محمدی ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عظیم ترین نسبت ہے جس کا اظہار حضرت خواجہ شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی کے اس آخری حصے میں فرمایا ہے جو ہم شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ درجات ولایت میں ولایت محمدی کو جو عظیم الشان بلندی حاصل ہے وہ ہر لحاظ سے آخری اور انتہائی حیثیت رکھتی ہے اور یہ بہت ہی کم خوش نصیب اولیاء کو حاصل ہوتی ہے اور صدیوں کے بعد ایسے عظیم المرتبت لوگ ظاہر ہوتے ہیں جو اس نسبت عالی سے مشرف ہوتے ہیں۔

ان اقتباسات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت خواجہ شیخ سیدنا طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی عظمت اور شان و رفعت کا صحیح اندازہ کرنا انسانی عقل و دانش سے بالا تر ہے۔ ''بندگی'' دنیائے معرفت کا عظیم ترین مقام ہے۔ اس کے ساتھ نسبت ولایت محمدی کی رفعت و شان مل جائے تو کسی کے تخیل و تصور کی انتہائی پرواز بھی اس کے گرد راہ تک نہیں پہنچ سکتی چہ جائے کہ اس کا عقلی اندازہ کیا جا سکے۔ سچی بات یہی ہے کہ یہ اسرار الٰہی میں سے ہے اور اس بھید کا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی حیثیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جان سکتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی قدس

سرہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے نامور بزرگ حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید کے خلیفہ حضرت عبدالمعروف شاہ غلام علی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات ''دارالمعارف'' میں حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے ارشادات مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہیں (واضح رہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید 10 محرم 1195 ہجری میں شہید ہوئے اوراس کے بعد حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ ان کی جگہ مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے) ''نیز حضرت والا (یعنی حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ) کی خدمت میں حضرت شیخ طاہر لاہوری کا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے تذکرہ آیا (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ طاہر لاہوری بڑی شان اور بڑے مرتبہ والے لوگ ہیں اکثر مقامات ان کو الہام ہوتا تھا کہ اے طاہرؒ: کہدے کہ میرے قدم تمام اولیاءاللہ کے سروں پر ہیں''۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حالت کشف میں حضرت شیخ طاہرؒ کے حالات کا بجناب پر انکشاف ہوا۔ فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس حلقے کے حاضرین میں سے ایک شخص (کفر) ضلالت کا طوق گردن میں ڈال کر راہ ہدایت وطریق ارشاد سے برگشتہ ہوجائے گا اور کفر کی وادی کی جانب روانہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے اور میں نے اس کی پیشانی پر ''ھوالکافر'' کا لفظ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ پس حلقہ کے لوگ جنہوں نے حلقہء بندگی کے ساتھ کانوں میں ڈال رکھا تھا اور فدویت کا گھوڑا میدان ارادت میں دوڑائے ہوئے تھے ایسے سرکش مرید کے احوال اور وعید شدید کے نتیجہ کے ڈر سے ایمان کے چلے جانے سے ڈرنے لگے۔ آخر کار سب نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کو سن کر بہت خائف ہے اور اس رنج وغم سے بہت متاثر ہے۔ امیدوار ہیں کہ عنایت بے غایت کی نظر ڈالیں اور اس ضلالت کے بھنور سے بچا کر ایمان وامن کے کنارے تک پہنچا دیں اور ہم میں سے جو شخص اس دریائے بلند کی گہرائی میں ڈوبنے والا ہے

اور جس کی کشتی ایسی آزمائش کے بھنور میں پھنسنے والی ہے ارشاد فرمائیں کہ وہ ناشاد و نامراد کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ جب اس کا انجام بتایا ہے تو اس کا نام بھی بتا دیا جائے پس آں واقف اسرار رحمانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ یہ شخص طاہر لاہوری ہے۔ احباب حیرت میں آ گئے کہ ایسا شخص جس کا ظاہر و باطن پاک ہو پھر راہ ضلالت اختیار کرے اور روشنی چھوڑ کر تاریکی میں بھٹکے۔ چند دنوں بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق وقوع میں آیا کہ شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام کی طہارت کو کفر کی آلودگیوں (اور گندگیوں) میں بدل دیا یوں ارتداد کی زنار (جنیؤ) گردن میں ڈال لی۔ چونکہ شیخ دونوں حضرات (یعنی حضرت مجدد کے دونوں صاحب زادوں) کے استاد تھے اس لیے صاحبزادوں نے عرض کیا کہ حضور توجہ فرمائیں کہ شیخ طاہر شرف اسلام سے مشرف ہوں۔ حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس کے حق میں ہوا کافر لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے جناب الٰہی میں پوری طرح گڑگڑا کر عرض کیا کہ اے اللہ۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو قضائے مبرم پر قابو نہیں ہے۔ مگر مجھ کو فرمایا مرد وہی ہے جو تقدیر پر جھگڑا کرے نہ کہ اس کی موافقت کرے۔

جب آپ نے اپنے دوستوں میں سے ایک کو یہ مرتبہ (یعنی نوشتۂ تقدیر بدلنے کا) عنایت فرمایا ہے تو میں بھی امیدوار ہوں کہ میرے واسطہ سے اس بلا کو رد کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور شیخ طاہر لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کو نہ صرف اسلام بلکہ ولایت خاصہ کی دولت سے نواز دیا اور اپنے قرب مزید کے ذریعہ ان کو امتیاز بخشا۔''

اس اقتباس سے حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تین باتیں قطعی طور پر ثابت ہو گئیں کہ :-

1۔ ایسا واقعہ ضرور وقوع پذیر ہوا خواہ اس کی تفصیلات میں رنگ آمیزی کی گئی ہو۔

2۔ مکتوبات شریف حضرت مجدد علیہ الرحمتہ میں ''جس دوست'' کے لیے دعا کا ذکر ہے وہ

دوست آپ ہی تھے اور وہ دعا بھی امام ربانی نے صرف آپ کے لیے مانگی تھی اگرچہ مکتوب میں ان کے اسم گرامی کا ذکر نہیں ہے۔

3۔ اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کو آپ نے خلافت عطا فرمائی اور خلیفۂ اعظم کا درجہ حاصل کیا۔ آپ کو ولایت خاصہ اور قرب مزید عطا ہوا۔

''تذکرہ مشائخ نقشبندیہ'' کے مصنف علامہ محمد نور بخش توکلی نے حضرت شیخ طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے اس پورے واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد معتبر حوالوں سے لکھا ہے۔

''آپ (یعنی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ) نے بڑے عجز و نیاز سے دعا کی اور وہ قبول ہوگئی۔ شیخ طاہر عشق مجازی کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آئے اور مشرف باسلام ہو کر آپ کی صحبت میں تھوڑا ہی عرصہ میں مراتب عالیہ پر پہنچے۔ آپ نے حضرت شیخ طاہر بندگی کے اجازت نامہ میں اسی قصے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔'' اس کے بعد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک نقل کیا ہے۔

''جب میں اس بلا کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوا تو میں نے لوح محفوظ میں اس کے دفعیہ کو کسی امر پر معلق نہ دیکھا اور اسے مُبرم سمجھا۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ آثار و اخبار و اجماع امت سے مجھے معلوم تھا کہ قضائے مبرم میں تغیر نہیں ہوسکتا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول یاد آ گیا کہ میرے سوا کسی کو قضائے مبرم میں تصرف حاصل نہیں۔ میں نے (بارگاہ الٰہی میں) عرض کی کہ الٰہی! جب تیرے اولیاء میں سے ایک کو یہ دولت حاصل ہے۔ میں بھی امیدوار ہوں میں نے بہت عجز و نیاز ظاہر کیا۔ میری دعا قبول ہوگئی اور اس راز کی معرفت بھی مجھے عطا کی گئی اور بتا دیا گیا کہ قضائے معلق دو قسم کی ہے۔ ایک معلق تو وہ ہے جس کی تعلیق لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور ایک معلق ایسی ہے کہ اس کی تعلیق اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت شیخ طاہر رحمتہ اللہ علیہ کا قضیہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول دوسری قسم میں داخل ہے جس میں پہلی قسم کی مانند تبدیلی کا احتمال ہے چونکہ قسم ثانی لوح محفوظ میں صورتِ قضائے مبرم رکھتی ہے۔ اس لیے حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اسے مبرم سے تعبیر

فرمایا ہے۔تذکرہ اولیائے لاہور کے مصنف کے مطابق آپ شیخ خواجہ محمد معصوم قیوم پانی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ احمد سعید رحمتہ اللہ کے اتالیق اور استاد رہے ہیں۔

سلوک وطریقت کے اعلیٰ ترین مقامات طے کرنے کے بعد ید طولیٰ حاصل کیا یہاں تک کہ ولی کامل واکمل کی حیثیت سے حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی پیش گاہ سے قطبیت عطا ہوئی (نقوش) لاہور کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جب حافظ جان محمد کی درخواست پر میانی میں مقیم ہوگئے تو ہزاروں کی تعداد میں طالبان حق جمع ہوئے اور دن بدن رونق میں اضافہ ہوتا گیا اور ایک عالیشان بستی بن گئی جہاں آپ نے بلا معاوضہ دینی تعلیم کے لیے مدرسہ اور کتب خانہ قائم کیا۔طلبہ کو خود بہ نفس نفیس پڑھاتے تھے۔سکھوں نے اپنے عہد حکومت میں مدرسے اور کتب خانے کو لوٹ کر بستی کو آگ لگا دی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت طاہر بندگی قدس سرہ کے بارے میں کوئی کتاب اور دستاویز میسر نہیں آتی۔میانی کا علاقہ قبرستان میں تبدیل ہونے کے بعد بھی مدرسے کی عمارت کھنڈرات کی صورت میں 1884ء تک موجود تھی۔حدیقتہ الاولیاء کے مطابق حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قدس سرہ جامع عبادات ریاضات اور علوم دینی و دنیوی تھے۔خوارق و کرامات کی بہت شہرت تھی کیونکہ آپ روحانیت کے بلند ترین مدارج طے کیے ہوئے تھے۔

سیّد آدم بنوری قدس سرہ

حدیقتہ الاولیاء کے مطابق حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ حضرت سیّد آدم بنوری قدسرہ نے جب آپ کی بزرگی اور روحانی عظمت کی شہرت سنی تو پاپیادہ بنور سے لاہور تشریف لائے اور بے پناہ فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوئے۔

جنت کی خوشخبری:

حدیقتہ الاولیاء کی رو سے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قدس سرہ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد جو شخص میرے مزار کے احاطے میں دفن ہوگا وہ جنتی ہوگا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے کہ وہ جنتی ہو۔